

مطالعہ پاکستان

11 & 12

بملئے جماعت



نیشنل بک فاؤنڈیشن
بطور
وفاقی شیکست بک بورڈ، اسلام آباد



National Book Foundation

مطالعہ پاکستان

برائے جماعت

11 & 12

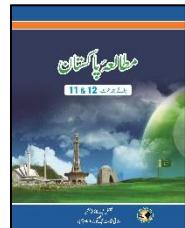
National Book Foundation



نیشنل بک فاؤنڈیشن
بطور
وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد

© 2020، نیشنل بک فاؤنڈیشن، بطور وفاقی شیکست بک بورڈ، اسلام آباد
جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ کتاب یا اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی شکل میں
نیشنل بک فاؤنڈیشن کی باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

شیکست بک: مطالعہ پاکستان برائے جماعت گیارہویں / بارہویں



مصنفِ سابق :	پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدار خان، انجمنِ شعبہ تاریخ / مطالعہ پاکستان، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا
تدوین :	پروفیسر ڈاکٹر شمیمہ ندیم، سابقہ پرنسپل آئی یم سی جی، I-10/4، اسلام آباد
	محمد حسین اختر، یکجہار، ایف جی سریڈ کالج، راولپنڈی
	اشتیاق احمد ملک، سیکرٹری، این بی ایف
	محمد فیض، اسٹینٹ ڈائریکٹر، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
اشاعت اول :	2004ء
اشاعت دوم :	تعداد: 10,000ء 2019ء
اشاعت سوم :	تعداد: 4000ء ستمبر 2019ء
نظر ثانی شدہ ایڈیشن :	جو لائی 2020ء تعداد:
قیمت :	-130 روپے
کوڈ نمبر :	STU-384
آئی ایس بی این :	978-969-37-0864-6
طابع :	ایم پی ایس پر نظر، راولپنڈی

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر مطبوعات کے بارے میں معلومات کے لیے رابط:

ویب سائٹ: <http://www.nbf.org.pk> ہفتہ: 92-51-9261124 , 92-51-9261125

ایمیل: nbftextbooks@gmail.com

ایمیل: books@nbf.org.pk

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ كَنَمْ سَمَوَاتُ شَرْعَجَوْ بِرَاهِمْ بَانْ، نَهَايَتُ رَحْمَمْ وَالاَهِيَهِ۔

پیش لفظ

درستی کتاب مطالعہ پاکستان برائے گیارہوں اور بارہوں (انٹر میڈیٹ) قومی نصاب 2000ء کے مطابق پہلی بار 2004ء میں شائع ہوئی تھی۔

کتاب کے موضوعات پاکستان کی تاریخ، تحریک اور تکمیل کے بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں لہذا اس میں ایسا مواد موجود ہے جس سے وہ تمام لوگ استفادہ کر سکتے ہیں جو پاکستان کے بارے میں مستند معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں۔

اس کتاب کا مقصد طلبہ میں دو قومی نظریے کا شعور پختہ کرنا اور پاکستان کے قومی مقاصد کے بارے میں معلومات فراہم کرنا ہے۔ نیز اس امر کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ طلبہ میں ایسی صلاحیتیں پیدا ہوں کہ مطالعہ ان کے لیے ایک با مقصد عمل بن جائے اور وہ پاکستان کے نمائندہ معاشرتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں، ان میں مہذب طرزِ عمل فروع پائے اور وہ پروقار اور پرمین شہری بنیں۔ اس کتاب میں اگر کوئی جدت ہے تو وہ اندازِ تحریر اور پیش کاری کے حوالے سے ہے۔ جہاں تک مواد کا تعلق ہے تو اس کے لیے مطبوعہ کتابوں اور دیگر مستند مأخذ سے بھر پور استفادہ کیا گیا ہے۔

معیار کی رفت، تدریساتی حوصلات، ذہنی رسائی اور اسلوب کی پیروی ہمارا نصب العین ہے۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے موثر تریی مراحل کو مد نظر رکھتے ہوئے اور خصوصی کوششیں بروئے کار لاتے ہوئے تدریسی مواد ورث مثالوں سے اس درستی کتاب کو شائع کیا۔ فیڈرل بورڈ آف ایجوکیشن اور دیگر علمی اداروں اور استاذہ کرام کی آرائی روشنی میں اور نظر ثانی کے بعد 2020ء میں ایک بار پھر شائع کیا جا رہا ہے۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن



National Book Foundation

فہرست مضمون

صفحہ نمبر	باب نمبر	مضمون
06	۱۔	نظریہ پاکستان
31	۲۔	اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسائل
45	۳۔	اسلامی جمہوریہ پاکستان کا جغرافیہ
65	۴۔	اسلامی جمہوریہ کے قیام کی طرف پیش قدمی
86	۵۔	پاکستان کا انتظامی ڈھانچہ اور اچھی حکمرانی کا تصور
105	۶۔	اسلامی جمہوریہ پاکستان کا کلچر
119	۷۔	پاکستانی زبانیں
130	۸۔	قومی پیگھتی اور خوش حالی
138	۹۔	جمہوریہ پاکستان میں اقتصادی منصوبہ بندی اور ترقی
154	۱۰۔	اسلامی جمہوریہ پاکستان کی خارجہ حکمت عملی



نظریہ پاکستان

نظریہ یا Ideology کسی جماعت، قوم یا ملت کے اجتماعی نصب العین اور اس نصب العین کو حاصل کرنے کے لیے قائم کردہ اصول، ضوابط کو کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے نظریہ زندگی صرف اسلام ہی ہے۔

اسلام کا نظریہ قومیت:-

اسلام کے ماننے والے خود کو دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلے میں ایک جدا گانہ قومیت سمجھتے ہیں۔ اسی کا نام دو قوی نظریہ ہے۔ اسلام ایک جمہوری ضابطہ ہے اور مسلمان حق خود اختیاری کے جمہوری اصول پر یقین رکھتے ہیں۔ اس اصول کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ دنیا کے جس خطے میں مسلمان اتنی بڑی تعداد میں آباد ہوں کہ وہ اپنی آزاد ریاست، قائم کر سکیں، انہیں ایک خود مختار جمہوری ریاست قائم کر کے اپنے ایمان اور عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ملنا چاہیے۔

نظریہ پاکستان: تعریف و توضیح

ہندوستان کے مسلمان ابتداء ہی سے ایک جدا گانہ قوم تھے۔ وہ سینکڑوں سال ہندوستان پر حکمران رہے۔ بیسویں صدی میں بعض ایسے اسباب پیدا ہو گئے جن کے باعث ہندوستان کے مسلمان ایک آزاد اسلامی ریاست کا مطالبہ کرنے پر مجبور ہوئے۔ بر صیریک مسلمانوں نے اپنی آزاد سر زمین کے لیے ”پاکستان“ جیسے خوبصورت نام کا منتخب کیا۔ اسی نام کے حوالے سے دین اسلام کے اس بنیادی عقیدے یعنی دو قوی نظریہ کو ”نظریہ پاکستان“ کہا جانے لگا۔

تعریف:-

نظریہ پاکستان اس عقیدہ اور نصب العین کو کہا جاتا ہے جس کی بنیاد پر قیام پاکستان کی تحریک چلائی گئی۔ یہ عقیدہ بلاشبہ اسلام تھا اور نصب العین یہ تحاکم مسلمانوں اور غیر مسلموں کو دو الگ الگ قویں سمجھتے ہوئے جو بولی ایشیا میں مسلمانوں کی ایک ایسی آزاد جمہوری ریاست قائم کی جائے جس میں رہتے ہوئے وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تنظیم اسلامی اصولوں کے مطابق کر سکیں۔

اس علاقے میں جواب پاکستان کھلاتا ہے۔ غیر مسلم آبادی کا ناسب تین فیصد کے قریب تھا۔ اس خطے کے غیر مسلم یہ جانتے تھے کہ ایک اسلامی ریاست میں تمام شہریوں کو یکساں شہری اور سیاسی حقوق حاصل ہوتے ہیں لہذا اس خطے کے غیر مسلم شہریوں نے جن میں عیسائی، ہندو اور دوسرے مذاہب کے لوگ شامل تھے تحریک پاکستان میں بڑھ کر حصہ لیا۔ قیام پاکستان سے پہلے اس خطے کی غیر مسلم اقلیتوں کا جذبہ ایثار اور قیام پاکستان کے بعد ان کا جذبہ حب الوطنی اقوام عالم کے لیے ایک نمونہ اور مثال بن چکا ہے۔

نظریہ پاکستان کے اجزاء ترکیبی

اسلام:-

ہندوستان کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں وسیع و عریض علاقے پر آباد لوگوں کا اسلامی عقیدہ و ایمان درحقیقت قیام پاکستان کا سب سے بنیادی مرکز تھا۔ 13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر کرتے ہوئے قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

”ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک کٹکٹہ حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اسلام کے اصولوں کی سچائی کو ثابت کر سکیں۔“

ایک اسلامی ریاست کے رہنماء اصول بیان کرتے ہوئے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”بنیادی طور پر ایک اسلامی ریاست میں اقتدار اللہ رب العزت کو حاصل ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست کا نظام قرآنی اصول و احکام کی روشنی میں چلتا ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں پارلیمنٹ یا کسی اور ادارے یا شخص کو کسی معاملے میں اپنی من مانی کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ قرآنی احکام ہی معاشرت اور سیاست کے تمام معاملات میں ہمارے طرزِ عمل کو متعین کرتے ہیں۔“

جمهوریت:-

ایک اسلامی ریاست جمہوری اصولوں پر قائم ہوتی ہے۔ فروری 1948ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے عوام سے اپنے ایک ریڈیو خطاب میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”پاکستان کا آئینہ بھی بننا ہے، اسے دستور ساز اسمبلی بنائے گی۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس کی حقیقی شکل و صورت کیا ہو گی لیکن مجھے اتنا لیکن ضرور ہے کہ یہ جمہوری یعنی اسلام کے بنیادی اصولوں کے عین مطابق ہو گا۔ یہ اصول آج کی عملی زندگی میں بھی اسی طرح قبل عمل ہیں جس طرح آج سے 1400 سال پہلے تھے۔ اسلام اور اس کی معیار پسندی نے ہمیں جمہوریت کا سبق سکھایا ہے۔“

سمائی انصاف، مساوات، احساں ذمہ داری:-

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی ریاست کے اساسی اصولوں کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”اسلام نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہم تمام انسانوں کو برابر سمجھیں، ہر شخص کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کا معاملہ کریں۔ ہم شاندار روایات کے امین ہیں اور پاکستان کے مستقبل کے معمار کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے پوری طرح آگاہ ہیں۔“

بنیادی انسانی حقوق:-

جنوبی ایشیا کی ہندو قیادت میں دو طرح کے لوگ تھے۔ انتہا پسند اور اعتدال پسند۔ بد قسمتی سے تاریخ کے اس مرحلے میں جب انگریز ہندوستان چھوڑنے کا فیصلہ کر چکے تھے اور بری صیر کی قیادت مقامی ہاتھوں میں منتقل ہونے والی تھی کا انگریز کی سیاست پر انتہا پسندوں نے مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ اس صورتِ حال میں مسلمان قوم اور خطے کے دوسرے اقلیتی گروہوں نے یہ محسوس کیا کہ اگر ہندوستان پر ہندو انتہا پسندوں کی حکومت قائم ہو گئی تو وہ غیر ہندوؤں کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیں گے۔ یہ بات مطالبہ پاکستان کا ایک بہت بڑا محرك بن گئی اور اسی وجہ سے مطالبہ پاکستان کو شمال مغربی ہندوستان کی غیر مسلم اقلیتوں کی حمایت بھی حاصل ہو گئی۔ دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے حصول کا مقصد ہی اس خطے کے لوگوں یعنی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ تھا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ انسانی حقوق کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ انہوں نے 11 اگست 1947ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے ایک پیغام پاکستان کے شہریوں کو بھی دیا۔ انہوں نے فرمایا:

”آپ آزاد ہیں۔ آپ اپنے مندوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ آپ اپنی مسجدوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں، آپ کاندھ بکھ بھی ہو آپ اپنی عبادت گاہوں میں جانے کے لیے مکمل طور پر آزاد ہیں، مملکت پاکستان کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہو گی کہ آپ کا عقیدہ، مذہب یا ذات کیا ہے۔۔۔ ہم اپنے سفر کا آغاز اس بنیادی اصول کی روشنی میں کر رہے ہیں کہ ہم سب مملکت پاکستان کے شہری اور مساوی درجے کے شہری ہیں۔“

پاکستان: جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی جدوجہد کا حاصل

1857ء سے قیام پاکستان تک۔۔۔ اہم واقعات

برطانوی نظام حکومت کا نفاذ:-

1857ء میں ہندوستان پر مسلمانوں کی آٹھ سو سال سے قائم حکومت ختم کر دی گئی۔ 1858ء میں ہندوستان میں بر اور است تاج برطانیہ کی حکومت قائم ہو گئی۔

علی گڑھ تحریک:-

سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل کا حل انگریزی تعلیم اور انگریزیوں سے مفہوم میں تلاش کیا۔ انہوں نے 1875ء میں علی گڑھ سکول کی بنیاد رکھی اور بہت سے تعلیمی اور تحقیقی ادارے قائم کیے نیز رسالہ ”تہذیب الاخلاق“ جاری کیا۔ 1867ء میں اردو ہندی تنازعہ شروع ہوا تو سر سید رحمۃ اللہ علیہ نے وقت سے پہلے محسوس کر لیا کہ مستقبل میں ہندو اور مسلمان دونوں قومیں کسی کام میں متحد نہ ہو سکیں گی اور دونوں کے راستے جدا ہو جائیں گے۔

انہا پسند ہندو تحریکیں:-

بیسویں صدی کے آخری دو عشروں میں انہا پسند ہندوؤں نے ”آریہ سماج“، جیسی مسلم دشمن تحریک شروع کی جس کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا تھا۔ شکم چندر احمدی نے ایک ناول ”آنند مٹھ“، لکھ کر ہندوؤں کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ ”بندے ماترم“ ترانہ اسی ناول کا حصہ ہے۔ پاکستان جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی 90 سالہ جدوجہد کا حاصل ہے۔ اس جدوجہد کی نوعیت سمجھنے کے لیے اس توئے سالہ دور کے اہم ترین واقعات سے ہمارا قف ہونا ضروری ہے۔

تقسیم بنگال:-

1905ء میں واسرائے لارڈ کرزن نے انتظامی مشکلات کے پیش نظر صوبہ بنگال کو دو حصوں مشرقی بنگال اور مغربی بنگال میں تقسیم کر دیا۔ اس تقسیم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا لیکن ہندوؤں اور کانگریس نے اس تقسیم کی مخالفت کی جس سے مسلمان یہ محسوس کرنے لگے کہ انہیں ایک ایسی جماعت قائم کرنی چاہیے جو صرف ان کی نمائندگی کرے۔

شملہ وفد اور جد اگانہ انتخاب کا مطالبہ:-

35 مسلمان رہنماؤں کے ایک وفد نے کم اکتوبر 1906ء کو شملہ میں واسرائے لارڈ منٹو سے ملاقات کر کے مسلمانوں کے مطالبات پیش کیے۔ جن میں جد اگانہ انتخاب کا مطالبہ سرفہرست تھا۔ واسرائے وفد کے مطالبات کا حوصلہ افزاء جواب دیا۔

مسلم لیگ کا قیام:-

شملہ وفد کی کامیابی سے حوصلہ پا کر دسمبر 1906ء میں ”مودن ایجو کیشن“، کافرنس کے سالانہ اجلاس میں ”آل انڈیا مسلم لیگ“ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ مسلم لیگ کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے جائز مطالبات کو آئینی طریقے سے حکومت کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ آئینی مسئلے کے حل کی تجویز:-

ہندوستان کے آئینی مسائل بہت یچیدہ تھے۔ ہندوؤں، مسلمانوں اور حکومت برطانیہ کے نقطہ ہائے نظر کے درمیان مفاہمت کی راہ بلاش کرنے کے لیے تینوں فریقوں کی طرف سے بہت سی کوششیں کی گئیں۔ جن میں سے اہم ترین مندرجہ ذیل تھیں:

- 1- منٹو مور لے اصلاحات یا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1909ء (مسلمانوں کے مطالبات کی روشنی میں حکومت برطانیہ کی رعایتیں خصوصاً جد اگانہ انتخاب)
- 2- میثاق لکھنؤ 1916ء (کانگریس اور مسلم لیگ کے متفقہ آئینی مطالبات)
- 3- مانڈیگو چینیسفورڈ اصلاحات یا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1919ء۔
- 4- دہلی مسلم تجاویز 1927ء (قائد اعظم کی ایک اور مصالحانہ کوشش)

- 5 سائمن کمیشن 1928ء۔
- 6 نہر در پورٹ 1928ء (کا گریں کا مسلم دشمنی پر مبنی نقطہ نظر)
- 7 آل پارٹیز مسلم کانفرنس (1928-1929)
- 8 قائد اعظم کے چودہ نکات 1929ء (مسلمانوں کے کم سے کم آئینی مطالبات، قائد اعظم کی طرف سے کسی متفقہ آئینی حل پر پہنچنے کی ایک کوشش)
- 9 گول میز کانفرنس (لندن) 1930ء تین اجلاس (حکومت برطانیہ کی طرف سے کسی متفقہ آئینی حل تک پہنچنے کی ایک کوشش)۔
- 10 نیا آئینی ڈھانچہ 1935ء کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔
- 11 کرپس مشن کی آمد اور ناکامی (1942)
- 12 کاپینہ مشن کا منصوبہ (1946ء) ہندوستان کے آئینی مسئلے کے حل کی ایک مخلصانہ برطانوی کوشش۔
- 13 وزیر اعظم برطانیہ کا اعلان 20 فروری 1947ء (جون 1948ء تک ہندوستان چھوڑنے کا فیصلہ)
- 14 مومن بیٹن کی آمد۔ تین جون کا منصوبہ 1947ء (تقسیم ہند کا حقیقی اعلان)
- 15 قانون آزادی ہند جولائی 1947ء۔ (برطانوی پارلیمنٹ سے منظوری)

مسلم لیگ کی جدوجہد کا ارتقاء:-

- 1 قیام ڈھاکہ 1906ء۔
- 2 1908ء مسلم لیگ کی لندن شاخ کا قیام۔
- 3 1913ء مسلم لیگ کے مقاصد میں واضح تبدیلی۔ برطانوی حکومت کے زیر سایہ سیلف گورنمنٹ کا مطالبہ۔
- 4 1913ء میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مسلم لیگ میں شمولیت۔
- 5 1916ء کا گریں لیگ مصالحت (میثاق لکھنو)
- 6 1920ء قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہوم روں لیگ اور کا گریں سے علیحدگی۔
- 7 1927ء تباویز دلی۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اور مصالحانہ پیش کش۔
- 8 1929ء قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات پر مبنی قرارداد کی منظوری۔
- 9 1930ء اللہ آباد (علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مسلمانوں کی سیاسی خود مختاری کی تجویز)

- 10۔ 1935ء قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مسلم لیگ کی تظمین نو کے اقدامات
- 11۔ 1937ء انتخابات میں مسلم لیگ کی ناکامی
- 12۔ 1937ء تا 1939ء کا انگریزی حکومتوں کے خلاف عوامی تحریک، مسلم لیگ کے عوامی دور کا آغاز۔
- 13۔ 1940ء قرارداد پاکستان کی منظوری۔
- 14۔ 1945ء میں انتخابات میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی۔
- 15۔ 16 اگست 1946ء اُٹاریکشناکشن ڈے، مسلم لیگ کی طرف سے پورے ہندوستان میں اپنی عوامی طاقت کا مظاہرہ۔
- دیگر اہم واقعات:-**
- 1۔ تقسیم بیگان کی تینیخ 1911ء
- 2۔ علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا 1920ء۔
- 3۔ تحریک خلاف کا آغاز 1919ء (مقصد یہ تھا کہ انگریز جنگ عظیم اول میں اپنی فتح کے تیتجے میں مسلمانوں کے اتحاد کی علامت ترکی خلافتِ اسلامیہ کو ختم نہ کر دیں۔ یہ ہندو مسلم اتحاد کا مثالی دور تھا۔)
- 4۔ 1924ء مصطفیٰ کمال اتاترک نے خلافت کا خاتمه کر دیا۔ لذا تحریک خلافت بھی دم توڑ گئی۔
- 5۔ 1923-24ء سول نافرمانی کی تحریک، جو خلافت کے تحفظ کے لیے گاندھی جی کی قیادت میں شروع کی گئی تھی، ختم ہونے کے ساتھ ہی پورے ہندوستان میں ہندو مسلم فسادات کا دور شروع ہو گیا۔
- 6۔ 1933ء چوبدری رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کا نام تجویز کیا اور پاکستان بیشتر مuwahid مuwahid قائم کی۔
- 7۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو ہندوستان کی سیاست اور مسلمانوں کی بے حصی سے دل برداشتہ ہو کر 1931ء میں لندن میں مقیم ہو گئے تھے، 1934ء میں مسلمان رہنماؤں اور خاص طور پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔
- 8۔ 1937ء ہندوستان کے گیارہ میں سے آٹھ صوبوں میں کا انگریزی یا اس کی حامی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ ان میں سے اکثر حکومتوں نے بُری حکمرانی کی مثال قائم کی اور مسلمانوں کے خلاف تعصب کا مظاہرہ کیا۔
- 9۔ 1937ء ”پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے پر آزاد اسلامی ریاست کا مطالبہ اپنے آئین میں شامل کر لیا۔
- 10۔ اکتوبر 1939ء کا انگریزی وزارتیں جنگ عظیم میں ہندوستان کی شمولیت کے مسئلے پر برطانوی حکومت سے اختلاف کی بناء پر مستعفی ہو گئیں۔
- 11۔ 22 ستمبر 1939ء قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اپیل پر مسلمانوں نے یوم نجات منایا (یعنی بُری حکومتوں سے نجات کا دن)

تحریک علی گڑھ

علی گڑھ تحریک کا پس منظر :-

1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر انگریزوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا جس نے جنوبی ایشیا کی سیاسی اور معاشرتی زندگی کی بنیادیں تک ہلا دیں۔ اس دور میں سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ جسی کی تاریخ ساز شخصیت پیدا ہوئی۔ انہوں نے جنگ آزادی میں انگریزوں کی مدد کی تھی اور ان کی جانبیں بچائی تھیں کیونکہ وہ بدلتے ہوئے حالات میں حکومت برطانیہ سے تصادم کی پالیسی کو مسلمانوں کے لیے مہلک سمجھتے تھے۔ سر سید نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ انگریز حکومت کی مخالفت چوڑ کر انگریزوں سے مفاہمت کی راہ پر چلیں۔ سیاست سے الگ رہیں، انگریزی تعلیم حاصل کریں، سرکاری ملازمتیں حاصل کریں اور انگریزوں کی وفادار رعایا ہن کر رہیں۔

سریڈ کی اس تحریک مفاہمت کو ہماری تاریخ میں ”علی گڑھ تحریک“ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ اس تحریک سے متاثر ہوا جب کہ ایک اس سے بھی بڑے طبقے نے مفاہمت کے رویے کو اپنی ملی غیرت اور دینی تقاضوں کے خلاف سمجھ کر اس کی مخالفت کی اور کہا کہ سریڈ کا پروگرام خواہ لکھنی ہی نیک نیتی اور خیر خواہی پر مبنی کیوں نہ ہوان کے بتائے ہوئے راستے پر حلینے کا نتیجہ ہے ہو گا کہ مسلمان ہمیشہ کے لیے انگریزوں کی ذہنی غلامی کا شکار ہو جائیں گے۔

سرسپرگی تحریک کے مقاصد کا خلاصہ یہ ہے:

- 1 مسلمانوں اور انگریزوں میں مفاہمت پیدا کرنا، دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لانا۔
 - 2 مسلمانوں میں تعلیم کو عام کرنا، انہیں انگریزی زبان اور علوم کی تعلیم دینا اور انگریزی تہذیب۔
 - 3 مسلمانوں کو انگریزوں کی وفادار رعایا بنا کر انہیں سیاست سے الگ رکھنا۔
 - 4 مسلمانوں اور ہندوستان کی دوسری قوموں میں مفاہمت اور دوستی کے تعلق کو پرداں چڑھانا۔

مسائی:-

سرسید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے جو اقدامات کیے ان میں سے اہم ترین مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ اسباب بغاوت ہند:-

1859ء میں سرسید نے برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان کے لیے "اسباب بغاوت ہند" کے نام سے ایک مختصر کتاب لکھی۔ انہوں نے لکھا کہ بعض غلط بغاوت کو کسی طرح مسلمانوں کی جگہ آزادی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ محض چند شراری لوگوں کا کھڑا کیا ہوا ہے گامہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ برطانوی حکومت کی بعض غلط پالیسیاں بھی لوگوں کو بغاوت پر اکسانے کا باعث بنیں۔ مسلمان ہمیشہ 1857ء کے واقعات کو "جگہ آزادی" کہتے رہے ہیں لیکن سرسید نے اسے غدر اور بغاوت ہی لکھا ہے۔

2۔ لاکل محمد نزآف انڈیا:-

1860ء میں سرسید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "لاکل محمد نزآف انڈیا" کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا۔ اس رسالے میں ان خاندانوں کی خدمات کا تذکرہ کیا جاتا تھا جنہوں نے جگہ آزادی کے زمانے میں اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر انگریزوں کی مدد کی تھی اور ان کی جانیں بچائی تھیں۔

3۔ انگریزوں سے مفاہمت کی کچھ اور کوششیں:-

مسلمانوں اور انگریزوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی کوششوں میں سرسید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات، تحقیق لفظ نصاریٰ، انجیل کی تفسیر، تبیین الکلام، رسالہ احکام طعام اہل کتاب اور رسالہ علی گڑھ انٹی ٹیوب ٹرنٹ خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔

4۔ سکولوں کا قیام:-

اپنی ملازمت کے دوران سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے 1859ء میں مراد آباد میں اور 1862ء میں غازی پور میں سکول قائم کیے۔

5۔ سائنسیک سوسائٹی کا قیام:-

1863ء میں سرسید نے سائنسیک سوسائٹی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ انگریزی زبان میں شائع ہونے والی اہم علمی کتابوں کو اردو میں ترجمہ کرایا جائے۔

6۔ انگلستان کے تعلیمی نظام کا جائزہ:-

1869ء میں سرسید رحمۃ اللہ علیہ کو انگلستان جانے کا موقع ملا۔ انگلستان میں انہوں نے اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں کے نظام کا مطالعہ کیا۔ انگلستان سے واپسی پر انہوں نے "خواستگاری ترقی تعلیم مسلمانوں ہند" کے نام سے ایک کمیٹی قائم کی۔

7۔ ایم اے او سکول کی بنیاد:-

کمیٹی نے پہلے قدم کے طور پر 1875ء میں علی گڑھ کے مقام پر محدث انگلکوار یونیٹل سکول (ایم۔ اے۔ او سکول) قائم کیا۔

8۔ کانچ کا قیام:-

دو سال بعد، 1877ء میں قائم ایم اے اسکول کو کانچ کا درجہ دے دیا گیا۔ کانچ کا سٹنگ بنیاد و اسرائے لارڈ لٹلن نے رکھا۔ اسرائے نے اپنی جیب سے دس ہزار روپے چندہ دیا۔

9۔ محمد انبوگیشنل کا نفرنس کا قیام:-

ہندوستان کے دوسرے حصوں میں جا کر مسلمانوں کو تعلیم کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لیے 1886ء میں سر سید نے محمد انبوگیشنل کا نفرنس قائم کی، سر سید کے انتقال کے بعد 1906ء میں اسی کا نفرنس کے ایک جلسے میں مسلم لیگ کی بنیادی رکھی گئی۔

10۔ سیاسی خدمات اور دو قومی نظریہ:-

سیاست کے میدان میں سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل خدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

الف۔ انہوں نے امپریلی جسٹیس کو نسل (Imperial Legislative Council) کے رکن کی حیثیت سے ہندوستانیوں کے مطالبات کے حق میں آواز اٹھائی۔

ب۔ 1867ء میں جب بندس کے ہندوؤں نے اردو کی بحاجت ہندی کو سرکاری دفاتر میں رائج کرنے کی تحریک چلائی تو سر سید رحمۃ اللہ علیہ جو ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے، انھیں نہ لیتایا تو انہوں نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا۔ اس کیوضاحت انہوں نے ان الفاظ میں کہ: ”واکسراے کی کو نسل میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی تعداد متغیر ہونی چاہیے ہندو ممبروں کو ہندو منتخب کریں اور مسلمان ممبروں کو مسلمان“۔

مسلم لیگ کا قیام

قیام کا پس منظر:-

مندرجہ ذیل اسباب مسلم لیگ کے قیام کا باعث بنے۔

1۔ برطانوی نظام حکومت:-

1858ء کے بعد قائم ہونے والا برطانوی نظام حکومت جمہوری تھا۔ ہندو چونکہ تعداد میں زیادہ تھے لہذا جمہوری نظام میں ہندوستان کی حکومت کے قابض ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ معاشی طور پر انگریز مسلمانوں کو پہلے ہی پس ماندہ بنا پکھے تھے۔

2۔ انتہا پسند ہندوؤں کا تعصیب:-

1867ء میں بنارس کے ہندوؤں نے اردو کے خلاف اور ہندی کو سرکاری زبان بنانے کے حق میں تحریک چلائی۔ اس دور میں ہندو انتہا پسندوں نے مسلمانوں کے خلاف ”آریہ سماج“، جیسی تحریکیں چلا کر انہیں دوبارہ ہندو بنانے کی کوشش کی۔ ہندوادیوں اور شاعروں نے مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تعصیب پھیلایا اور لوگوں کے جذبات بھڑکائے۔

3۔ انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد:-

1885ء میں ایک ریٹائرڈ انگریز افسر اے او ہبوم نے ”انڈین نیشنل کانگریس“ کی بنیاد رکھی۔ ہندوؤں نے اس جماعت کا خیر مقدم کیا اور بڑی تعداد میں کانگرنس میں شامل ہو گئے۔

4۔ جد اگانہ انتخابات کا مطالبہ:-

سر سید نے کہا کہ برطانوی طرز کا جمہوری نظام ہندوستان کے حالات کے مناسب نہیں ہے کیونکہ اس طریقہ انتخابات کے نتیجے میں مسلمان ہمیشہ کے لیے ہندوؤں کے غلام بن جائیں گے۔ انہوں نے جد اگانہ انتخاب کی تجویز پیش کی۔ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری تھا کہ مسلمان اپنی نمائندہ سیاسی جماعت قائم کریں۔

5۔ بنگال کی تقسیم اور کانگریس کا روایہ:-

1905ء میں برطانوی حکومت نے صوبہ بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ چونکہ مشرقی بنگال کے مسلم اکثریت کا صوبہ بن جانے سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا س لیے ہندوؤں نے اس کی مخالفت شروع کر دی اور پورے ملک خصوصاً بنگال میں توڑ پھوڑ اور تشدد کی تحریک چلائی۔ کانگریس نے اس تحریک میں ہندوؤں کی حمایت کر کے مسلمانوں کو مایوس کر دیا۔

6۔ برطانیہ میں حکومت کی تبدیلی:-

1905ء کے انتخابات میں برطانیہ میں برل پارٹی بر سر اقتدار آگئی۔ اس پارٹی نے ہندوستان میں آئینی اصلاحات نافذ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ مسلمان رہنماؤں نے باہمی مشورے کے بعد طے کیا کہ انہیں مسلمان قوم کے مطالبات حکومت کے سامنے پیش کرنے چاہیے۔

7۔ شملہ وفد کی کامیابی:-

35 مسلمان رہنماؤں کے ایک وفد نے کیم اکتوبر 1906ء کو شملہ میں واسرائے لارڈ منٹو سے ملاقات کی اور مسلمانوں کے مطالبات واسرائے کے سامنے پیش کئے جن میں اہم ترین مطالبہ یہ تھا کہ تمام نمائندہ اداروں میں مسلمانوں کے لیے نشتبین مخصوص کی جائیں، ان نشتبتوں پر انتخاب صرف مسلمان ووٹر کریں۔ واسرائے نے شملہ وفد کے مطالبات سے ہمدردی کا اظہار کیا جس سے مسلمانوں کی حوصلہ افراطی ہوئی۔

8۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی تاسیس:-

دسمبر 1906ء میں ”آل انڈیا مجمعن ایجنس کیشنل کانگرنس“ کے سالانہ اجلاس کے بعد نواب وقار الملک کی زیر صدارت ایک جلسہ ہوا جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ مسلم لیگ کے قیام کی قرارداد نواب سلیم اللہ نے پیش کی۔ مولانا ظفر علی خان، حکیم اجمل خان اور مولانا محمد علی (جوہر) نے اس کی تائید کی، سر آغا پہلے صدر بنائے گئے۔

اغراض و مقاصد:-

قیام کے وقت مسلم لیگ کے لیے درج ذیل مقاصد کا تعین کیا گیا:

- ۱۔ ہندوستانی مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے لیے وفاداری کے جذبات پیدا کرنا اور حکومت کی کسی کارروائی سے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے شبہات کو دور کرنا۔
- ۲۔ مسلمانوں کے حقوق، بالخصوص سیاسی حقوق، کی حفاظت کرنا اور ان کی خواہشات و ضروریات کو مودبادہ طریقے سے حکومت تک پہنچانا۔
- ۳۔ مندرجہ بالا مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر دوسرا ہمسایہ قوموں سے مفاہمت اور دوستی کے تعلقات پیدا کرنا۔

مقاصد میں تبدیلی:-

مارچ 1913ء میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز پر مسلم لیگ کے آئین میں تبدیلی کی گئی اور حکومت سے وفاداری کی بجائے تاج برطانیہ کے تحت "ہندوستان کے حالات کے مطابق سیف گورنمنٹ کا قیام" مسلم لیگ کا مقصد قرار پایا۔ اس طرح مسلم لیگ کی تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

تحریک خلافت۔ واقعات و نتائج

پس منظر:-

پہلی جنگ عظیم (1914ء تا 1918ء) میں برطانیہ اور اس کے اتحادی (جن میں امریکہ بھی شامل تھا) ترکی پر فتح پانے میں کامیاب ہو گئے۔ جنگ کے اختتام پر ایسے حالات نظر آنے لگے کہ اتحادی طاقتیں ترکی کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کے کچھ حصوں پر تقاض ہو گئیں گی، مسلمانوں کے مقدس مقالات کی بے حرمتی کی جائے گی اور ترکی خلافت کو جسے پوری دنیا کے مسلمان، عالم اسلام کے اتحاد کی علامت سمجھتے تھے ختم کر دیا جائے گا۔ ان امکانات نے ہندوستان کے مسلمانوں کو مشتعل اور مضطرب کر دیا، انہوں نے خلافت کے تحفظ کے لیے پورے ہندوستان میں ایک زبردست تحریک چلانی جس میں ہندوؤں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔

تحریک خلافت کے اہم واقعات:-

خلافت کمیٹی کا قیام:-

خلافت کے مسئلے پر رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے اور منظم جدوجہد کی غرض سے 1919ء میں "آل انڈیا خلافت کمیٹی" کی بنیاد رکھی گئی۔

ہندو مسلم اتحاد اور ترک موالات کا فیصلہ:-

1919ء میں کانگریس نے خلافت کے مسئلے پر مسلمانوں سے تعاون کا فیصلہ کیا اور گاندھی جی کو پرو گرام تشکیل دینے کا اختیار دیا۔ گاندھی جی نے حکومت سے عدم تعاون کا پار مرحلوں پر مشتمل پر امن مزاحمت کا پرو گرام پیش کیا۔

خلافت و فد:-

1920ء میں مولانا محمد علی جوہر^ر کی قیادت میں ایک وفد برطانوی حکمرانوں اور رائے عامہ کو خلافت کے مسئلے پر مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کرنے کے لیے برطانیہ گیا۔ حکومتِ برطانیہ نے وفد کی بات سننے سے انکار کر دیا۔

معاہدہ سیورے:-

میں 1920ء میں اتحادی طاقتوں نے ایک معاہدے کے ذریعے ترکی کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا۔ یورپ اور عالمِ عرب میں ترکی کے تمام مقبوضہ علاقوں سے چھین لیے گئے۔ یہ معاہدہ جس مقام پر ہوا اس کا نام سیورے تھا۔

تحریکِ ترک موالات:-

مولانا محمد علی^ر، مولانا شوکت علی^ر، مولانا ظفر علی خان^ر، مولانا ابوالکلام آزاد^ر اور مولانا حسرت موهانی^ر نے اپنی شعلہ بیان تقریروں سے پورے ہندوستان کو جذبات کا آتش فشاں بنادیا۔ خلافت کمیٹی نے کیم اگست 1920ء کو پورے ہندوستان میں ہڑتال کرائی اور گاندھی جی کو تحریک عدم تعاون کالیڈر منتخب کیا۔ ترک موالات کی تحریک میں عدالتون کا بائیکاٹ کیا گیا۔ ملازمین نے سرکاری ملازمتیں ترک کر دیں، طلباء نے حکومت کے تعلیمی ادارے چھوڑ دیئے اور بعض خطاب یافہ لوگوں نے خطابات حکومت کو واپس کر دیئے۔ علی برادران کو حکومت سے بغاوت کے الزام میں گرفتار کے دوسال قید سخت کی سزا دی گئی۔

سول نافرمانی:-

نومبر 1921ء میں حکومت کے احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی تحریک شروع ہوئی اور تقریباً میں ہزار افراد نے گرفتاریاں پیش کیں۔

موپلا بغاوت:-

1921ء میں جنوبی ہند کے عربی النسل موپلا قبائل اور ہندو ساہو کاروں کے درمیان کسی مقامی مسئلے پر فسادات ہوئے جن کو بہانہ بنایا کہ حکومت نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالوادی، ہندوستان میں متعدد مقامات پر ہندو مسلم فسادات ہوئے۔

چوراچوری کا سانحہ:-

1922ء میں یو۔ پی کے قبیلہ چوراچوری میں ایک مشتعل ہجوم نے ایک تھانے کا گھیراؤ کیا اور پولیس کے 21 ملازمین کو جلا کر ہلاک کر دیا۔

تحریک کا خاتمه:-

چوراچوری کے سانحہ کو بنیاد بنا کر گاندھی جی نے اعلان کیا کہ چونکہ یہ تحریک اب عدم تشدد کے اصول پر قائم رہی اس لیے اس کو ختم کر دینا بہتر ہے۔ انہوں نے عین عروج کے زمانے میں سول نافرمانی کی تحریک کو ختم کر دیا۔

لیڈر شپ کارڈِ عمل:-

تمام ہندو اور مسلمان لیڈروں نے تحریک کے اچانک خاتمے پر افسوس اور حیرت کا انہصار کیا اور کہا کہ اب جبکہ ہندوستان کی آزادی کی منزل قریب آچکی تھی اس قسم کے فیصلے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

خلافت کا خاتمه:-

ترکی میں اتنا تک کو اقتدار حاصل ہو گیا اور انہوں نے 3 مارچ 1924ء کو خلافت کے ہمیشہ کے لیے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح ہندوستان میں خلافت کے حق میں تحریک چلانے کا جواز ختم ہو گیا۔

تحریک خلافت کے اثرات و نتائج:-

مسلمان خلافت کو قائم نہ رکھ سکے اس طرح تحریک خلافت اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام ہو گئی۔ اس کے باوجود اس تحریک نے جنوبی ایشیا کی سیاست پر گہرے اور دور ر اثرات مرتب کیے:

1- بر صیغہ میں عوامی سیاست کا آغاز:-

تحریک خلافت ہندوستان کی تاریخ کی سب سے بڑی ملک گیر عوامی تحریک تھی۔ اس تحریک میں سیاسی رہنماؤں کو پہلی مرتبہ عوام سے رابطہ قائم کرنے کا موقع ملا۔ عوام میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی۔ یہ بیداری آگے چل کر ہندوستان کی آزادی اور پاکستان کے قیام کی تحریک میں مددگار ثابت ہوئی۔

2- آزادی ہند کی طرف ایک قدم:-

تحریک خلافت سے انگریزوں کو ہندوستان کے عوام کی زبردست قوت، خصوصاً مسلمانوں کے دینی جذبے کی شدت کا اندازہ ہوا۔ اپنے اسی تجربے کو سامنے رکھتے ہوئے برطانوی حکومت نے بعد میں ہندوستان کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔

3- مسلمانوں کے شعورِ ملی کی تربیت:-

تحریک خلافت نے مسلمانوں میں دین اور سیاست کی علیحدگی کے غیر اسلامی تصور کو ختم کرنے میں مدد دی۔ تحریک خلافت ایک ایسی سیاسی تحریک تھی جس کی بنیاد ایک دینی مسئلے پر تھی اور اس کی قیادت علماء کے ہاتھ میں تھی۔

4- ترک مجاهدین کی حوصلہ افزائی:-

اگرچہ ہندوستان کے مسلمان خلافت کو زندہ نہ رکھ سکے لیکن جنگ کے نتیجے میں جو کچھ نئے سکا اسے بچانے اور پیش قدمی کر کے دشمنوں سے اپنے علاقے واپس لینے کی جدوجہد میں تحریک خلافت نے ترک سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ تحریک کے قائدین تحریروں اور تقریروں کو ترجمہ کر کے ترکی میں پھیلایا جاتا جس سے ترکوں میں لڑنے کا نیا اولہہ پیدا ہوتا۔

5۔ اعتدال پسندی کی فتح:-

مسلمانوں میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسے اعتدال پسند رہنماء بھی تھے جو اگرچہ ترکوں سے پوری ہمدردی رکھتے تھے لیکن ان کو بقین تھا کہ اشتعال اور ہنگامہ آرائی کی سیاست کے ذریعے کوئی بڑی اور پاسیدار کامیابی حاصل نہیں کی جاسکتی لہذا یہ قائدین عملی طور پر تحریک خلافت سے علیحدہ رہے اور تحریک کی ناکامی نے ان کے نقطہ نظر کو درست ثابت کر دیا۔

قرارداد پاکستان

پس منظر:-

قرارداد پاکستان ہماری آزادی کی شاہراہ کا سب سے روشن سنگ میل ہے۔ 24 مارچ 1940ء کو لاہور کے ایک تاریخی جلسے میں ملت اسلامیہ ہند نے قطعی طور پر اپنی منزل کا تعین کر لیا۔ اس تاریخ ساز فیصلے کے پس منظر کے اہم ترین واقعات درج ذیل ہیں:

1۔ دو قوی نظریہ:-

مسلمان اپنے عقیدے کی رو سے ایک جدا گانہ قوم ہیں۔ ان کی دینی اور ملی امنگیں ایک ایسی اسلامی ریاست میں زیادہ بہتر طور پر برقرار رکھنی ہیں جہاں وہ آزاد ہوں اور جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کے نظام کے تحت زندگی گزار سکیں۔

2۔ انتہا پسند ہندوؤں کی نگاہ نظری:-

ہندوؤں کے ساتھ ایک ہزار سال تک اکٹھا رہنے کے بعد ہندوستان کے مسلمان اس نتیجے پر پہنچ تھے کہ انتہا پسند ہندوؤں انھیں کبھی باعزت ہمسایوں کا مقام دینے کے لیے تیار نہیں ہونگے۔ انتہا پسند ہندو پہلے ہی یہ اعلان کر چکے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان ہندو مذہب احتیار کر لیں یا ہندوستان چھوڑ دیں۔

3۔ اقبال کا تصورِ ملت:-

1930ء میں ال آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہاں مغلی ہندوستان میں مسلمان و سیج و عربیض علاقے میں آباد ہیں ان کا یہ حق ہے کہ مستقبل کے ہندوستانی آئین میں ان کے حقوق کا تعین ان کو ایک قوم سمجھتے ہوئے کیا جائے۔

4۔ کانگریس کا دورِ حکومت:-

ہندو تنصب کا وہ مظاہرہ جو مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کا فوری سبب بنا۔ 1937ء میں قائم ہونے والی کانگریسی وزارتؤں کے دورِ حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ 1939ء سے 1947ء تک کام کرنے والی کانگریسی وزارتؤں نے مسلمانوں کو متعدد ہندوستان میں بھیثت قوم ان کے مستقبل سے مایوس کر دیا۔

5۔ مسلم لیگ کی مقبولیت:-

کانگری حکومتوں کے مسلمانوں سے تعصباً اور قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار حکمت عملی نے اس مسلم لیگ کو جو 1936ء، 1937ء کے انتخابات میں بری طرح ناکام رہی تھی، دو سال کی قبیل مدت میں ایک زبردست قوت بنادیا۔ ہندوستان کے ہر حصے میں مسلمان رہنمائی کے لیے مسلم لیگ کی طرف دیکھنے لگے۔

6۔ مسلم لیگ کا لاہور اجلاس:-

1940ء میں مسلم لیگ کا سالانہ تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔ 22 مارچ 1940ء کو بعد از نماز جمعہ منشو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں تقریباً ایک لاکھ افراد کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”لفظ قوم کی کسی بھی تعریف کی رو سے مسلمان ایک قوم ہیں، ان کا اپنا وطن اپنا خطہ ارض اور اپنی ریاست ہوئی چاہیے۔ ہم آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن اور آشتو سے رہنا چاہتے ہیں۔ یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ ہندوستان میں ایک مرکزی حکومت قائم کر دی جائے، حالانکہ بارہ سو برس کی تاریخ شاہد ہے کہ یہ اتحاد بھی حاصل نہیں ہو سکا، ہندوستان ہمیشہ سے ہی ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم رہا ہے۔“

قرارداد لاہور کی منظوری:-

23 مارچ 1940ء کو بنگال کے وزیر اعلیٰ مولوی فضل الحق نے مسلم لیگ کے لاہور اجلاس میں وہ تاریخی قرارداد پیش کی جو بعد میں ”قرارداد پاکستان“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ قرارداد 24 مارچ کے اجلاس میں منظور کی گئی۔

قرارداد لاہور کے اہم نکات:-

قرارداد لاہور کی صورت میں مسلمانان ہند نے دو ٹوک انداز میں یہ بات واضح کر دی کہ وہ مستقبل میں صرف اسی آئین کو قبول کریں گے جو مندرجہ ذیل اصولوں کو سامنے رکھ کر تشکیل دی جائے گا۔

1۔ وفاقی سکیم کی مخالفت:-

وہ وفاقی سکیم جو 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں پیش کی گئی ہے اس ملک کے حالات میں قطعاً ناموزوں اور ناقابل عمل ہے۔ ہندوستان کے مسلمان اسے کبھی قبول نہیں کریں گے۔

2۔ خود مختاریاستوں کا قیام:-

مسلمان صرف اس دستور کو قبول کریں گے جس کے تحت ہندوستان کے شمال مشرق اور شمال مغرب میں واقع علاقوں کو ملا کر آزاد اور خود مختاریاستوں کی حیثیت دی گئی ہو۔

3۔ قلیتوں کے لیے تحفظات:-

نئی قائم ہونے والی مسلم ریاستوں کے دساتیر میں اقلیتوں کے مشورے سے ان کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی اور انتظامی حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے کافی و موثر تحفظات رکھے جائیں۔

4۔ ریاستوں کی آزادی کی حدود کا تعین:-

اس اجلاس نے (مسلم لیگ کی) اور کنگ کمیٹی کو یہ اختیار دیا کہ مندرجہ بالا بنیادی اصولوں کی روشنی میں ایک ایسی دستوری سکتم مرتب کرے، جس میں ان ریاستوں کو سارے معاملات یعنی دفاع، خارجہ، رسیل و رسائل کشم اور دیگر ضروری امور کا اختیار دیا گیا ہو۔

تجزیہ:-

قرارداد لاہور کے تجزیاتی مطالعہ سے مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

نام لیے بغیر آزاد ریاست کا مطالبہ:-

قرارداد میں کہیں بھی، پاکستان، کا نام استعمال نہیں کیا گیا۔

ریاست (State) کی بجائے ریاستوں (States) کا مطالبہ:-

قرارداد لاہور میں آزاد ریاست (State) کی بجائے ریاستوں (States) کا لفظ استعمال کیا گیا تھا لیکن 1941ء میں اس بحث کو دور کرنے کے لیے مسلم لیگ کے مدراس اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی، جس میں کہا گیا کہ:

”ہر شخص کو یہ بات غور سے سن لینی چاہیے کہ ہم ایک آزاد اور خود مختار مسلم ریاست کے قیام کی کوشش کر رہے ہیں۔“

غیر متعین حدود:-

قرارداد لاہور میں مطلوبہ ریاستوں کی حدود واضح طور پر متعین نہیں کی گئیں بلکہ خطوط، اکائیوں اور علاقوں وغیرہ کے لفظ استعمال کئے گئے۔

روعہ کی وضاحت:-

قرارداد لاہور کی منظوری کے فوراً بعد ہندو اخبارات نے مذاق کے طور پر ”اے قرارداد پاکستان“، ”کہنا شروع کیا۔ مسلمانوں نے اس ”طمعنے“ کو خوشی سے قبول کر لیا۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد قرارداد لاہور، قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہو گئی۔ خود قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کچھ عرصہ بعد پاکستان کا نام اپنی تصریروں میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ 1946ء میں دہلی میں ہونے والے مسلم نما سندوں کے کونوشن نے ان تمام نکات کی وضاحت کر دی جو قرارداد پاکستان میں واضح نہیں ہو سکے تھے۔

قرارداد لاہور کی اہمیت:-

قرارداد لاہور کی منظوری کو بلاشبہ مسلمانان ہند کی جدوجہد آزادی کے اہم ترین واقعہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کی وجہ مندرجہ ذیل ہیں:

نصب العین کا تعین:-

قرارداد لاہور کی صورت میں جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں نے اپنی نمائندہ جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پہلی مرتبہ آزاد اسلامی ریاست کے قیام کو اپنا قطعی نصب العین قرار دیا اور اس کے لیے ہر قسم کی قربانیاں دینے کا عزم کیا۔

مسلم لیگ کی قیادت پر اطمینان اعتماد:-

مسلمانوں کی اپنے نصب العین سے وابستگی اور مسلم لیگ پر اعتماد کا مظاہرہ 1945ء کے انتخابات میں ہوا۔ یہ انتخابات مسلم لیگ نے پاکستان کے نعرے پر لڑے۔ 1945ء کے انتخابات میں 1937ء کے انتخابات کی یہ شکست خور دہ جماعت ایک بہت بڑی طاقت بن کر ابھری۔

قیام پاکستان:-

اس قرارداد نے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کا رخ متعین کر دیا اور انہیں وہ عزم اور حوصلہ عطا کیا جس کے باعث وہ صرف سات سال کی مختصر مدت میں اپنا آزاد وطن ”پاکستان“ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

کرپس مشن

دوسری جنگ عظیم کے دوران 1942ء کے ابتدائی مہینوں میں ایک ایسا وقت آیا جب برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کی پوزیشن بہت کمزور نظر آنے لگی۔ حکومت برطانیہ کو اپنی جنگی ضروریات کے لیے ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کے تعاون کی ضرورت تھی۔ المذا برطانیہ کے وزیر اعظم سرونسٹن چرچل نے آئینی تجویز کا ایک مسودہ تیار کرایا اور مارچ 1942ء میں سرس ٹیفروڈ کرپس کے ہاتھوں یہ مسودہ ہندوستان بھیجا۔ کرپس نے ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں سے گفتگو کرنے کے بعد 30 مارچ 1942ء کو یہ مسودہ شائع کیا۔

کرپس مشن کی تجویز:-

- 1- جنگ کے خاتمے پر ہندوستان کے لیے ہندوستان کے نمائندوں پر مشتمل ایک دستور ساز ادارہ قائم کیا جائے گا۔
- 2- ہندوستان کو درج نوآبادیت (Dominion Status) دیا جائے گا۔ اسے مکمل خود مختاری حاصل ہو گی۔
- 3- دستور ساز ادارے میں شاہی ریاستوں کو بھی نمائندگی دی جائے گی۔
- 4- اس آئین کو نافذ کرنے کی ذمہ داری حکومت برطانیہ پر ہو گی لیکن اگر صوبہ نئے آئین کو قبول نہ کرے تو وہ اپنی موجودہ حیثیت کو برقرار رکھ سکے گا۔ بعد میں اسے نئے آئین کے تحت وفاق میں شامل ہونے کی آزادی حاصل ہو گی۔

- 5۔ جنگ کے خاتمے پر صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوں گے۔ صوبائی اسمبلیوں کے ارکان اپنی تعداد کے دسویں حصے کے برابر تعداد میں دستور ساز اسمبلی کے ارکان کا انتخاب کریں گے۔
- 6۔ جنگ کے خاتمے تک حکومت برطانیہ ہندوستانی عوام کے تعاون سے حکومت کا کار و بار چلاتی رہے گی۔
- 7۔ اس منصوبے میں ترمیم نہیں کی جاسکے گی اسے مکمل طور پر قبول یا مکمل طور پر مسترد کرنا ہو گا۔

رو عمل:-

دونوں بڑی جماعتوں کا گنگریں اور مسلم لیگ نے کرپس کے منصوبے کو مسترد کر دیا۔ کانگرس نے اس لیے کہ وہ حکومت برطانیہ کی مشکلات سے فائدہ اٹھا کر فوری اور مکمل آزادی کا مطالبہ منوانا چاہتی تھی۔ دوسرے یہ کہ اسے منصوبے میں ہندوستان کی تقسیم کے امکانات نظر آتے تھے۔ مسلم لیگ نے کہا کہ منصوبے میں ایک وفاقی ہندوستان کا تصور پیش کیا گیا ہے جب کہ مسلم لیگ کی یہ طے شدہ پالیسی ہے کہ بر صیر کے مسئلے کا واحد حل بر صیر کی تقسیم ہے۔

1945-46 کے انتخابات

دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد ستمبر 1945ء میں مرکزی قانون ساز اسمبلی جنوری 1946ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات منعقد ہوئے۔ مسلم لیگ نے یہ انتخابات دو اصولوں کی بنیاد پر لڑے:

- 1۔ مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔
- 2۔ مسلم لیگ کا نصب العین پاکستان کا قیام ہے۔

ان انتخابات میں مسلم لیگ کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے 30 نشستیں مخصوص تھیں، جو تمام مسلم لیگ نے جیت لیں۔ دسمبر 1946ء تک صورت حال یہ ہو چکی تھی کہ صوبائی اسمبلیوں کے 495 مسلمان ارکان میں سے 440 ارکان مسلم لیگ سے تعلق رکھتے تھے۔ مسلم لیگ کی اس عظیم کامیابی نے اس کے دونوں دعوؤں کی قدمیت کر دی۔ یعنی یہ ثابت ہو گیا کہ مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی اور یہ کہ پاکستان بر صیر کے مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ اور نصب العین تھا۔

مسلم لیگ نے اپنے نکٹ پر منتخب ہونے والے مسلمان نمائندوں کا ایک کنو نشن دہلی میں منعقد کیا۔ یہ کنو نشن 7 سے 9 اپریل تک جاری رہا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کنو نشن کی صدارت کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”ہماری تجویز کے مطابق دستور بنانے کے لیے دو با اختیار دستور ساز اسمبلیاں ہوں گی ایک ہندوستان کے لیے دوسری پاکستان کے لیے۔“

کابینہ مشن کا منصوبہ

پن منظر:-

1945ء کے انتخابات کے دوران حکومت برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ برطانوی کابینہ کے ارکان پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا جائے گا جو ہندوستانی نمائندوں، سیاسی جماعتوں، رائے عامہ کے مختلف طبقات اور حکومت ہند کے مشورے سے ہندوستان کے دستوری مسئلے کا قابل عمل حل تلاش کرے گا۔

وفد کی آمد:-

برطانوی حکومت نے تین وزراء پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا جو 24 مارچ 1946ء کو لندن سے دہلی پہنچا۔ کانگریس کی طرف گاندھی جی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے متحده ہندوستان اور وفاقی نظام حکومت کا مطالبہ پیش کیا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان کو ہندوستان کے مسئلے کا واحد حل قرار دیا۔

ہندوستانی قیادت سے مذکرات اور ناکامی:-

کانگریس اور مسلم لیگ کے نقطہ نظر میں وسیع اختلاف تھا۔ اس اختلاف میں مصالحت کا راستہ تلاش کرنے کے لیے کابینہ مشن کے ارکان نے 5 تا 12 مئی 1946ء شملہ میں دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کی کانفرنس بلائی۔ اس کانفرنس کے دو اجلاس ہوئے لیکن بنیادی اختلافات پر کوئی سمجھوتہ نہ ہوا کہ اس لیے کانفرنس کی ناکامی کا اعلان کر دیا گیا۔

سفارشات:-

کانفرنس کی ناکامی کے بعد 16 مئی 1946ء کو مشن نے اپنی تجویز اس دعوے کے ساتھ پیش کیا کہ ان کو قبول کرنے کی صورت میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو ضروری تفہیمات بھی حاصل ہو جائیں گے اور ہندوستان کی وحدت بھی برقرار رہ سکے گی۔

تجویز کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

1۔ آل انڈیا یونین کا قیام:-

برطانوی ہند اور شاہی ریاستوں پر مشتمل ایک کل ہندیو نین قائم کی جائے گی جسے امور خارجہ دفاع اور مواصلات پر کنٹرول حاصل ہو گا۔ مرکز کو ٹیکس لگانے کا اختیار حاصل ہو گا، یونین کی اپنی پارلیمنٹ اور انتظامیہ ہو گی۔

2۔ صوبوں کی گروپوں میں تقسیم:-

صوبوں کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ گروپ اف میں چھ ہندو صوبے تھے، گروپ ب میں تین مسلمان صوبے اور گروپ ج میں دو مسلمان صوبے شامل تھے۔

3۔ صوبائی گروپوں کی داخلی آزادی:-

کہا گیا کہ آئین ساز اسمبلی کے ارکان تین حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور اپنے اپنے گروپ میں شامل صوبوں کے لیے آئین بنائیں گے۔ نئے آئین کے تحت پہلے انتخابات کے دس برس بعد کسی صوبے کی مجلس قانون سازی کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ صوبے کی گروپ سے علیحدگی کا فیصلہ کر سکے۔

4۔ عبوری مرکزی حکومت کا قیام:-

دستور کی تیاری اور نفاذ تک تمام بڑی سیاسی جماعتیں پر مشتمل ایک عبوری حکومت مرکزی میں قائم کی جائے گی جس میں وزارت دفاع سمیت تمام عہدے ہندوستانیوں کو دیے جائیں گے۔

روعہ عمل:-

مسلم لیگ نے کابینہ مشن کا منصوبہ مکمل طور پر منظور کر لیا۔ کیونکہ اس میں قیام پاکستان کے امکانات موجود تھے۔ کانگریس نے گروپوں کی تشکیل اور آئین سازی کے بارے میں تجویز کو منظور کر لیا لیکن یہ کہہ کر اپنی منظوری کو بے معنی بنا دیا کہ یہ تجویز مغض سفارشات کا درجہ رکھتی ہیں اس لیے دستور ساز اسمبلی (جس میں ظاہر ہے کانگریس کی اکثریت ہونا تھی) اس منصوبے میں تبدیلیاں کر سکے گی۔ کانگریس کے رویے کو دیکھتے ہوئے مسلم لیگ نے بھی کابینہ مشن کے منصوبے کے لیے اپنی منظوری کو واپس لے لیا۔

شملہ کا نفرنس

1944ء میں ویول کو واسراءے بنانے کا بھیجا گیا۔ ویول نے ہندوستان آنے کے بعد بر صغیر کے سیاسی مسئلے کے حل کے لیے اپنے منصوبے کا اعلان کیا۔ اس منصوبے میں وعدہ کیا گیا کہ واسراءے کی انتظامی کو نسل میں فوج کے کمانڈر انچیف کے علاوہ باقی تمام ارکان ہندوستانی ہونے گے۔ اس میں تمام قومیتوں کو نمائندگی دی جائے گی۔ مسلمان ارکان کی تعداد اعلیٰ ذات کے ہندو ارکان کے برابر ہو گی۔

اپنے منصوبے پر غور و فکر کے لیے ویول نے جون 1945ء میں تمام سیاسی جماعتیں کی ایک کانفرنس شملہ میں طلب کی۔ گاندھی جی کے علاوہ تمام اہم قائدین نے شرکت کی۔ کانگریس نے مطالبہ کیا کہ اسے مسلمانوں کے لیے مخصوص نشستوں میں سے ایک نشست پر نمائندہ مقرر کرنے کا اختیار دیا جائے۔ حکومت خود بھی یہ چاہتی تھی کہ پنجاب سے یونینسٹ پارٹی کا ایک مسلمان ممبر نامزد کرے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ تھا کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی نمائندگی جماعت ہے اور صرف اسی کو تمام مسلمان نمائندوں کے تقریباً حق حاصل ہے۔ اس مسئلے پر اتفاق رائے نہ ہونے کے باعث کانفرنس ناکام ہو گئی۔

عبوری حکومت کا قیام

کابینہ مشن کے منصوبے پر عمل درآمد کے پہلے مرحلے کے طور و اسراۓ لارڈ ویول نے جون 1946ء میں عبوری حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اعلان کیا کہ اگر کسی ایک یادوںوں بڑی سیاسی جماعتوں (کانگریس اور مسلم لیگ) نے حکومت میں شرکت نہ کی تب تبادل انتظام کر کے حکومت تشکیل دی جائے گی۔ مسلم لیگ نے حکومت میں شامل ہونے پر رضا مندی کا اظہار کیا لیکن کانگریس نے شرکت سے انکار کر دیا۔ اب طے شدہ اصول کے مطابق و اسراۓ کو چاہئے تھا کہ وہ مسلم لیگ کو حکومت بنانے کی دعوت دیتے مگر انہوں نے اپنا نہیں کیا۔ ان حالات میں مسلم لیگ نے کابینہ مشن کے منصوبے سے لا تعلقی کا اعلان کر دیا۔ اور حصول پاکستان کے لیے راست اقدام کا فیصلہ کیا۔

مسلم لیگ کے انکار کے بعد 6 اگست 1946ء کو و اسراۓ نے پنڈت نہرو کو عبوری حکومت بنانے کی دعوت دی۔ حالانکہ کانگریس نے کابینہ مشن کے منصوبے کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں سے اپیل کہ وہ 16 اگست 1946ء کو راست اقدام کے دن کی حیثیت سے منائیں۔ اس دن حکومت کے تمام خطاب یافتہ مسلمان اپنے خطابات واپس کر دیں۔ یہ اپیل خاصی موثر ثابت ہوئی، ہندوؤں نے راست اقدام کو ناکام بنانے کے لیے مسلم لیگ کے جلسوں اور جلوسوں پر حملہ کیے۔ ملکتہ میں ہندو مسلم فسادات میں ہزاروں افراد ہلاک ہوئے، پورے ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی پھیل گئی۔

ان حالات میں حکومت یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ مسلم لیگ کے تعاون کے بغیر عبوری حکومت کا چلنامہ ممکن نہیں ہوگا۔ لہذا مسلم لیگ کو بھی حکومت میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی جو مسلم لیگ نے قبول کر لی۔ 26 اکتوبر کو مسلم لیگ کے پانچ نمائندوں نے حلف اٹھایا۔ لیاقت علی خان وزیر مالیات بنائے گئے۔ چونکہ تمام محققے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وزارت مالیات کے محتاج تھے اس لیے تمام کانگریسی وزراء مسلم لیگ کے سامنے بے بس ہو گئے۔ لیاقت علی خان نے ایسا بجٹ پیش کیا جس سے کانگریس کی سرپرستی کرنے والے ہندو سرمایہ داروں کے مفادات پر ضرب پڑتی تھی۔ اب کانگریس لیڈر گٹھنے ٹک کر خود حکومت سے یہ مطالبہ کرنے پر مجبور ہو گئے کہ مسلمانوں کو پاکستان دے دیا جائے۔

تین جون کا منصوبہ

پن منظر:-

20 فروری 1947ء کو برطانیہ کے وزیر اعظم ایلی نے دارالعلوم میں ایک اہم اعلان کیا جس میں تین باتیں خاص طور پر اہم تھیں:

- 1 حکومت برطانیہ ہر حالت میں جون 1948ء سے پہلے اقتدار ہندوستان کے منتخب نمائندوں کے سپرد کر دینا چاہتی ہے۔
- 2 اگر دستور ساز اسمبلی مقررہ تاریخ تک آئینہ نہ بنائی تو حکومت برطانیہ یہ فیصلہ کرے گی کہ اختیارات کسی مرکزی حکومت کے سپرد کیے جائیں، بعض صوبائی حکومتوں کو دیے جائیں یا کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے۔
- 3 دیوال کی جگہ مونٹ بیٹن کو ہندوستان کا نیا و اسراۓ مقرر کیا گیا۔

مونٹ بیٹن مارچ 1946ء کے آخری ہفتے میں ہندوستان پہنچے۔ انہیں ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں سے گفت و شنید کے بعد ہی یہ انداز ہو گیا کہ ہندوستان کو متحد رکھنا اب ناممکن ہو چکا ہے۔ لہذا انہوں نے ہندوستان کی تقسیم کی ایک سکیم مرتب کی اور مئی 1947ء میں یہ سکیم لے کر لندن روانہ ہو گئے۔ حکومت برطانیہ سے منظوری حاصل کرنے کے بعد ہندوستان واپس آکر مونٹ بیٹن نے یہ منصوبہ 2 جون 1947ء کو قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ سمیت ہندوستان کے سات سر کر دہ رہنماؤں کو دکھایا۔ ان کی منظوری کے بعد 3 جون 1947ء کو دائرائے نے تقسیم ہند کے اس منصوبے کا اعلان کر دیا۔ تین جوں کے منصوبے کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے:

- 1 حکومت برطانیہ ہندوستان میں اپنا بنا یا ہو کوئی دستور نافذ نہیں کرے گی۔ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی اپنادستور خود مرتب کرے گی۔ تاہم یہ دستور ملک کے ان حصوں پر نافذ نہیں ہو گا جو اسے قبول کرنے سے انکار کریں گے۔ یہ حصے اپنی علیحدہ دستور ساز اسمبلی کے ذریعے اپنادستور بنائیں گے۔
- 2 مختلف صوبوں کی اسمبلیوں کو یہ فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے گا کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیں۔ پنجاب، بہگال، سرحد، بلوچستان اور ضلع سلہٹ کے لیے الگ الگ فارمولہ منصوبے میں بیان کیا گیا۔
- 3 شاہی ریاستوں کو دونوں میں سے کسی ایک ریاست میں شمولیت کا فیصلہ اپنے حالات اور جغرافیائی پوزیشن کو مد نظر رکھتے ہوئے خود کرنے کا اختیار دیا گیا۔ انہیں یہ اختیار بھی دیا گیا کہ وہ آزاد رہ کر کسی ایک ریاست سے معاہدہ کر سکیں۔
- 4 حکومت برطانیہ اسی سال درجہ نوآبادیت (Dominion Status) کے اصول پر ایک یادوجانشیں ریاستوں کو اختیارات منتقل کر دے گی۔

قانون آزادی ہند

جو لائی 1947ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے تین جوں کے منصوبے کی بنیاد پر قانون آزادی ہند کی منظوری دے دی اس قانون میں کہا گیا کہ:

- 1 15 اگست 1947ء کو ہندوستان پر برطانوی اقتدار ختم ہو جائے گا۔
- 2 ہندوستان کو خود مختار ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔
- 3 برطانوی تاجدار کے خطابات سے شہنشاہ ہندوستان کا خطاب حذف کر دیا جائے گا۔
- 4 جب تک دونوں ریاستیں اپنے اپنے دستور تیار نہیں کر لیں گی۔ 1935ء کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ دونوں ریاستوں میں عارضی دستور کی حیثیت سے نافذ رہے گا۔

ظہور پاکستان

14 اگست 1947ء کو عالمی نقشبندیہ کی سب سے بڑی مسلم مملکت پاکستان کے نام سے ظہور پذیر ہوئی۔ قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے، یوں جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی مسلم لیگ کی تیادت میں اپنے فیصلہ کن مرحلے سے گزر کر ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔

پنجاب اور بہگال کی صوبائی اسمبلیوں نے بھاری اکثریت سے پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ تاہم چونکہ ان صوبوں کے غیر مسلم اضلاع کے نمائندوں نے صوبوں کی تقسیم کا مطالبہ کیا تھا اس لیے 30 جون کو دونوں صوبوں کے لیے الگ الگ حد بندی کمیشن قائم کئے گئے۔ سندھ کی اسمبلی اور بلوچستان میں شاہی جرگہ اور کوئٹہ میونسپلی کے سرکاری ارکان نے پاکستان کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ صوبہ کے پی کے اور ضلع سلہٹ میں استصواب رائے (Referendum) کرایا گیا جس میں عوام نے بھاری اکثریت سے پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔



مشن

- 1- خالی جگہ ایسے الفاظ سے پُر کیجیے کہ بیان با معنی ہو جائے۔
- 1 سرسید نے سن _____ میں علی گڑھ سکول کی بنیادی رکھی۔
 - 2 بیسویں صدی کے آخری دو عشروں میں انتہا پسند ہندوؤں نے مسلم و شمن تحریک شروع کی۔
 - 3 وائراء نے صوبہ بہگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔
 - 4 شملہ وند کے مطالبات میں کامطالبہ سرفہرست تھا۔
 - 5 منظوموں لے اصلاحات کو گورنمنٹ آف انڈیا یا یونیورسٹی بھی کہا جاتا ہے۔
 - 6 گول میز کانفرنس کے اجلاس 1930ء سے تک جاری رہے۔
 - 7 سن _____ء میں مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں خلافت وند نے انگلستان کا دورہ کیا۔
 - 8 _____ نے پاکستان نیشنل مومنٹ قائم کی۔
 - 9 سن 1930ء میں ال آباد کے مقام پر _____ نے مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کی۔
 - 10 قرارداد لاہور بہگال کے وزیر اعلیٰ _____ نے پیش کی۔
- 2- ہر سوال کے آگے تو سین میں دیئے گئے تین جوابات میں سے مناسب ترین جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے۔
- 1 سرسید نے رسالہ _____ جاری کیا۔ (تہذیب اخلاق، علی گڑھ، حیات جاوید)
 - 2 اردو ہندی تنازعہ سن _____ میں شروع ہوا۔ (1897ء، 1867ء، 1857ء)
 - 3 شملہ وند میں شامل مسلمان رہنماؤں کی تعداد _____ تھی۔ (13ء، 35ء، 80ء)
 - 4 قائد اعظم سن _____ میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ (1929ء، 1913ء، 1906ء)
 - 5 کانگریسی وزار تین _____ میں قائم ہوئیں۔ (1937ء، 1906ء، 1885ء)
 - 6 کرپس مشن کا منصوبہ 30 مارچ _____ کو شائع ہوا۔ (1947ء، 1946ء، 1942ء)

- 7- مسلم لیگ نے 1946ء کو راست اقدام کے دن کی حیثیت سے منایا۔ (16 اگست، 14 اگست، 6 ستمبر)
- 8- سملٹ اور صوبہ نے استصواب رائے کے ذریعے پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا (کے پی کے، پنجاب، بلوچستان)
- 9- خلافت کمیٹی نے کو تحریک عدم تعاون کالیڈر منتخب کیا۔ (گاندھی جی، مولانا محمد علی جوہر، قائد اعظم)
- 3- ص (صحیح) یا غ (غلط) کے اپر دائرة لگا کر درست جواب کی شاندیہ کیجیے۔
- | | | |
|---|---|--|
| غ | ص | شمائل مغربی علاقے کے غیر مسلموں نے بھی تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ |
| غ | ص | قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔ |
| ص | غ | ایک اسلامی ریاست جمہوری اصولوں پر قائم ہوتی ہے۔ |
| ص | غ | بیکم چندر اچیرجی نے ایک مسلم دشمن ناول بندے ماترم لکھا۔ |
| ص | غ | مسلم لیگ کی لندن شاخ سن 1906 میں قائم ہوئی۔ |
| ص | غ | قرارداد مقاصد کو قرارداد پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔ |
| غ | ص | تحریک خلافت کا ابتدائی دور ہندو مسلم اتحاد کا مشائی دور تھا۔ |
| غ | ص | مصطفیٰ کمال ایاترک نے خلافت کو ختم کر دیا۔ |
| غ | ص | پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کا جلاس 11 اگست 1947ء کو ہوا۔ |
| غ | ص | 1937ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے شاندار کامیابی حاصل کی۔ |
- 4- کالم الاف کے اندر ارجات کو کالم ب سے لائن کے ذریعے اس طرح ملائیے کہ دونوں کا تعلق واضح ہو جائے۔
- | کالم ب | کالم الاف |
|------------------|-------------------|
| 1921ء | تاج بر طانیہ |
| 1858ء | علی گڑھ یونیورسٹی |
| علامہ اقبال | مسلم لیگ |
| کیم اکتوبر 1906ء | شمسہ وند |
| 1920ء | موپلابغاوات |

5۔ ہر سوال کا جواب دو سے پانچ سطور میں لکھیے۔

-1۔ نظریہ آئینہ یا لوگی سے کیا مراد ہے؟

-2۔ اسلام کا نظریہ قومیت کیا ہے؟

-3۔ نظریہ پاکستان کا مفہوم مختصر آبیان کریں۔

-4۔ اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیجیے۔

-5۔ شملہ و فندپر مختصر نوٹ لکھیے۔

-6۔ اسباب بغاوت ہند کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

-7۔ قیام کے وقت مسلم لیگ کے لیے کن مقاصد کا تعین کیا گیا۔

-8۔ مسلم لیگ کے مقاصد میں تبدیلی کب اور کس کی تجویز پر ہوئی؟

-9۔ شملہ کا نفرنس پر نوٹ لکھیے۔

-10۔ قانون آزادی ہند کے اہم نکات کیا تھے؟

-11۔ کرپس مشن کی تین تجویزی تحریر کریں۔

6۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

-1۔ 1857ء سے مسلم لیگ کے قیام تک مسلمانوں کی جدوجہد کا احوال بیان کیجیے۔

-2۔ تحریک علی گڑھ کا پس منظر اور اس تحریک کے مقاصد کا خلاصہ بیان کیجیے۔

-3۔ سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا جائزہ لیجیے۔

-4۔ مسلم لیگ کے قیام کا پس منظر اور اسباب بیان کیجیے۔

-5۔ ہندوستان کے آئینی مسئلے کے حل کی جو تجویز مختلف وقوتوں میں پیش کی گئیں، ان کا مختصر آجائزہ لیجیے۔

-6۔ تحریک خلافت کے پس منظر اور اہم واقعات پر روشنی ڈالیے۔

-7۔ تحریک خلافت کے اثرات و نتائج بیان کیجیے۔

-8۔ وہ کون سے اہم واقعات تھے جنہوں نے قرارداد لاہور کی راہ ہموار کی؟ نیز قرارداد لاہور کے اہم نکات بیان کریں۔

-9۔ قرارداد لاہور کا تجزیہ کیجیے نیز یہ بتائیے کہ ہماری تاریخ آزادی میں اس کی کیا اہمیت ہے؟

-10۔ کامیبیہ مشن کا منصوبہ کیا تھا اور اس پر کامگیریں اور مسلم لیگ نے کس عمل کا اظہار کیا؟

-11۔ تین جوں کے منصوبے کا پس منظر بیان کیجیے اور اہم نکات پر روشنی ڈالیے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ابتدائی مسائل

2



پڑھیں



مسائل

پس منظر:-

تین جون 1947ء کے منصوبے کے تحت صوبوں کی اسمبلیوں کو یہ فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا کہ وہ نئی وجود میں آنے والی دونوں مملکتوں (ہندوستان یا پاکستان) میں سے کسی ایک میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیں۔ پنجاب اور بہل کی صوبائی اسمبلیوں نے بھاری اکثریت سے پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ تاہم چونکہ دونوں صوبوں کے غیر مسلم اقلیع کے نمائندوں نے صوبوں کی تقسیم کا مطالبہ کیا اس لیے 30 جون 1947ء کو دونوں صوبوں کے لیے الگ الگ حد بندی کمیشن قائم کئے گئے۔ جن کا مشترکہ سربراہ ایک برطانوی وکیل سیرل ریڈ کلف کو بنایا گیا۔

تقسیم کے لیے جو طریق کا اختیار کیا گیا وہ نہایت غیر منصفانہ تھا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز پیش کی کہ تقسیم اقوام متحده کے کسی غیر جانبدار کمیشن سے کرائی جائے۔ ان کی دوسری تجویز یہ تھی کہ حد بندی کے لیے برطانوی عدالت عظیمی ”پریوی کو نسل“ کے بجou کو دعوت دی جائے۔ یہ دونوں تجویز برطانوی حکومت نے مسترد کر دیں۔ واتسرائے لارڈ مونٹ بیٹن کا انگریز کے لیے ہمدردی کے جذبات رکھتے تھے اس لیے انہوں نے ایک ایسے شخص کو حد بندی کے لیے منتخب کیا جو بر صغیر کے حالات کے بارے میں قطعی بے خبر تھا اور اس سے پہلے کبھی ہندوستان نہیں آیا تھا۔ ظاہر ہے کہ مونٹ بیٹن اپنے اعلیٰ منصب سے فائدہ اٹھا کر ایک ایسے شخص کے فیضوں پر آسانی سے اثر انداز ہو سکتے تھے اور وہ عملًا اثر انداز ہوئے بھی۔

مسئلے کی منصفانہ پوزیشن یہ تھی کہ صوبوں کی تقسیم نہیں ہونی چاہیے تھی لیکن اگر ایسا کرنا ضروری بھی تھا تو اس کے لیے کم از کم ان اصولوں کی پیروی ضرور کی جانی چاہیے تھی جو لارڈ مونٹ بیٹن نے خود تین جون کے منصوبے کا اعلان کرتے ہوئے اپنی تقریر میں بیان کئے تھے مونٹ بیٹن نے گورا سپور، فیروز پور، تحصیل زیر اور تحصیل فاضل کا پر پاکستان کا حق خود تسلیم کیا تھا۔

ریڈ کلف ایوارڈ اور نا انصافیاں:-

ریڈ کلف نے علاقائی حد بندی کے بارے میں اپنے فیصلے کا اعلان 17 اگست کو کیا، اس فیصلے میں پاکستان کے ساتھ مندرجہ ذیل نا انصافیاں کی گئیں:

تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پنجاب گورا سپور اور فیروز پور کے اقلیع نیز زیر اور فاضل کا تحصیل بھارت میں شامل کر دی گئیں۔ مشرقی حصے میں کلکتہ شہر، ضلع مرشد آباد اور ندیہ کے علاقے بھارت کے حوالے کر دیئے گئے حالانکہ ان تمام علاقوں پر پاکستان کا واضح حق بتاتا تھا۔

ریڈ کلف 8 اگست تک فیصلوں کو حتمی شکل دے چکے تھے۔ حد بندی کمیشن میں مسلم لیگ کے نمائندے جسٹس محمد منیر تھے انہوں نے بعد میں یہ اکشاف کیا کہ ریڈ کلف فیروز پور، اور زیر انیز جزوی طور پر تحصیل فاضل کا اور فیروز پور ہیڈور کس پاکستان میں شامل کرنے پر آمادہ ہو چکے تھے لیکن جب 17 اگست 1947ء کو ریڈ کلف ایوارڈ کا اعلان کیا گیا تو یہ تمام علاقوں کے حوالے کر دیئے گئے۔ مبصرین کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ لاڑ ماؤنٹ بیٹن کے دباو پر ہوا۔ مدندر جہہ بالا علاقوں کے علاوہ اخبار پاکستان نائیگر کے کچھ اور علاقوں میں بھی نا انصافی کی نشاندہی کی تھی مثلاً تحصیل بیالہ میں مسلم اکثریت 55 فیصد سے زیادہ تھی۔ بیالہ شہر میں مسلمانوں کا صنعتی مرکز تھا۔ امر تر کی تحصیل اجنالہ میں مسلم اکثریت 60 فیصد تھی۔ یہ سب علاقوں ہندوستان کو دیئے گئے۔

غلط تقسیم کے نتائج

1۔ تنازعہ کشمیر:-

ریڈ کلف ایوارڈ ہی تنازعہ کشمیر کی بنیاد بنتا۔ اگر ضلع گوردا سپور ہندوستان کو نہ دیا جاتا تو ہندوستان کے لیے کشمیر پر قبضہ کرنا کسی طرح ممکن نہ ہوتا کیونکہ اس طرح کشمیر بھارت سے کٹ جاتا۔ کشمیر کو بھارت سے ملانے والا واحد زمین راستہ گوردا سپور کی تحصیل پٹھان کوٹ ہی سے ہو کر گزرتا تھا۔

2۔ ملکتہ کے صنعتی شہر سے محرومی:-

ملکتہ ہندوستان کا سب سے بڑا صنعتی شہر تھا۔ ملکتہ میں 25 فیصد مسلمان اور 60 فیصد اچھوتوں تھے۔ اچھوتوں اپنے شہر کو پاکستان میں شامل کرنا چاہتے تھے ریڈ کلف نے اچھوتوں کے جذبات کی پروانہ کرتے ہوئے ملکتہ ہندوستان کو دے دیا۔

3۔ ہجرت کے مسائل:-

غیر متوقع تقسیم سے پنجاب کی کثیر مسلم آبادی کو وسیع پیانے پر نقل مکانی اور قتل و غارت کا سامنا کرنا پڑا جس سے پاکستان کے لیے معاشی اور معاشری مسائل پیدا ہوئے۔

انتظامی مسائل:-

اپنے قیام کے ابتدائی دنوں میں پاکستان کو سنگین انتظامی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ بیشتر سرکاری ملازم ہندوستان چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد حکومت کا کام چلانے کے لیے غیر تربیت یافہ لوگوں کا سہارا لینا پڑا۔

تجربہ کار مسلمان افسر دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے انگریز افسروں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ فوج کے سربراہ، بہت سے افسران نیز بعض گورنر اور سیکرٹری انگریز تھے۔ غیر پاکستانی افسران کی وجہ سے بہت سے مسائل بھی پیدا ہوئے مثلاً جب قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز کمانڈر انچیف کو کشمیر میں فوج بھیجنے کا حکم دیا تو حکوم کی تعییں نہیں کی گئی۔

آزادی کے فوراً بعد کراچی کو دارالحکومت بنایا گیا جہاں ایک ریاست کا نظام چلانے کے لیے درکار ابتدائی سہولتیں بھی موجود نہیں تھیں۔ فوجی بار کوں اور خیموں میں حکومت کے دفتر قائم کیے گئے۔ بھارتی حکومت نے پاکستان کے حصے میں آنے والا دفتری ساز و سامان بھی روک لیا۔ صورتحال اتنی خراب تھی کہ کاغذات کے موجود نہیں تھے۔ ملک چھوڑ کر جانے والے بعض ملازمین دفتری ریکارڈ ضائع کر گئے۔ بہت ساری ریکارڈ جو بھارت سے پاکستان لا یا جا رہا تھا راستے میں انہا پسند ہندوؤں نے تلف کر دیا، بھارت نے پاکستان آنے والے ملازمین کو پاکستان پہنچانے کے لیے ہوائی جہاز کرائے پر دینے سے انکار کر دیا۔ المذا بر طانیہ سے جہاز کرائے پر لے کر ملازمین اور ضروری ریکارڈ کو پاکستان پہنچایا گیا۔

مہاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ:-

ایک قابل اعتماد اندازے کے مطابق تقسیم کے نتیجے میں 55 لاکھ افراد پاکستان سے بھارت گئے اور 65 لاکھ مسلمان بھارتی علاقوں سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ اس طرح پاکستان کی میشیٹ پر اپنے ابتدائی دنوں میں ہی دس لاکھ مزید انسانوں کا بو جھ پڑ گیا۔ مہاجرین کی آباد کاری اور انہیں نیادی ضروریات کی فراہمی ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً ایک ”ریلیف فنڈ“ قائم کیا، اس طرح ان کی ذاتی دلچسپی اور پاکستانی عوام کے بے پناہ جذبہ ایثار کی بدولت بہت کم وقت میں اس مسئلے پر قابو پالیا گیا۔

بشاہوں کی تقسیم کا مسئلہ:-

آزادی کے وقت متحہد ہندوستان کے خزانے میں موجود کل سرمائے کا تخمینہ 4 ارب روپے لگایا گیا تھا۔ حساب کے مطابق پاکستان کو اس میں سے ایک ارب روپیہ ملنا چاہیے تھا لیکن بھارت نے پاکستان کو صرف 75 کروڑ روپے دینے پر ضامنی کا اظہار کیا اس میں سے بیس کروڑ ادا کر کے بقیہ پچین کروڑ کی ادائیگی کے لیے حکومت ہند نے ٹال مٹول شروع کر دی۔ گاندھی جی نے حکومت ہند پر اس رقم کی ادائیگی کے لیے دباؤ ڈالا تو پچاس کروڑ کی رقم مزید ادا کر دی گئی، پانچ کروڑ پھر بھی باقی رہ گیا۔ دوسری طرف متحہد ہندوستان کے ذمے واجب الادا قرضہ جات کا 20 فیصد پاکستان کے ذمے ڈال دیا گیا۔ بعض الہکار جاتے ہوئے دفتروں کا ریکارڈ فیکڑیوں اور فوجی ساز و سامان کے پرزے نکال کر لے گئے اور ہسپتا لوں میں مریضوں کے علاج کے لیے استعمال ہونے والی مشیزی تک کو ناکارہ بنانے لگئے۔

فوجی ساز و سامان کی تقسیم کا مسئلہ:-

تقسیم کا عمل شروع ہوا تو لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے مطالبہ کیا کہ فوج کی تقسیم کے لیے کوئی فارمولہ مرتب کر لیا جائے۔ وزیر دفاع سردار بلڈیو سنگھ اور کمانڈر انچیف نے اس وقت ان کے مطالبے کو نظر انداز کر دیا، تاہم جولائی 1947ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ”تقسیم ہند“ کے بعد بر طانوی ہند کی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے کمانڈر انچیف فیلڈ مارشل آکنیلیک کی صدارت میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جب فیلڈ مارشل نے فوج کی تقسیم سے متعلق عملی کارروائی شروع کی تو ہندوستان کی حکومت نے اس کمیٹی کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ آکنیلیک وقت سے پہلے چار ماہ پہلے اپنادفتر بند کر کے انگستان واپس جانے پر مجبور ہو گئے۔ 28 ستمبر 1947ء کو آکنیلیک نے حکومت بر طانیہ کو روپرٹ بھیجتے ہوئے لکھا تھا:

”ہندوستان کی موجودہ کاپینہ پختہ ارادہ کرچکی ہے کہ جہاں تک اس کا بس چلے گا مملکت پاکستان کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا نہیں ہونے دے گی۔ بھارت کے لیڈروں، وزیروں اور رسول افسران نے افواج کی تقسیم کے کام میں روڑے اٹکانے کی مسلسل کوشش کی ہے۔“

کمیٹی کے چلے جانے کے بعد ہندوستان من مانی کے لیے آزاد ہو گیا۔ ہندوستانی حکومت نے اسلحہ اور فوجی ذخائر سے پاکستان کو اس کے حصے سے بہت کم، ناکارہ اور ٹوٹا پھوٹا کچھ سامان بھیجا۔ پاکستان کے حصے میں آنے والے بھری اور ہوائی جہازوں کی حالت بھی انہتائی ناگفتہ ہے تھی۔ تقسیم کے وقت ملک میں اسلحہ سازی کے سولہ کارخانے تھے وہ سب کے سب ہندوستان کے قبضے میں چلے گئے۔ اس طرح پاکستان نے اپنی زندگی کا آغاز ایک بہت چھوٹی اور وسائل کے لحاظ سے کمزور فوج کے ساتھ کیا۔

نہری پانی کا مسئلہ:-

برطانوی دور حکومت میں دریائے سندھ کے طاس میں پانی کی فراہم کرنے والی نہریں ایک مربوط نظام کی شکل میں کام کرتی تھیں اور اس زمانے میں یہ دنیا بھر میں آبیاشی کا سب سے بڑا نہری نظام تھا۔ 1947ء میں یہ نظام دو حصوں میں کٹ گیا جس کے نتیجے میں تین دریاؤں ستخ، بیاس اور راوی کے بالائی حصے اور بہت سے نہری ہیڈور کس ہندوستان کے قبضے میں چلے گئے۔ مثلاً راوی کا دھوپور ہیڈور کس اور ستخ کافیروز پور ہیڈور کس ہندوستان کو دیئے گئے۔ 1947ء کے آخری دنوں میں کشمیر پر بھارت کے قبضے کے نتیجے میں صورتحال مزید خراب ہو گئی کیونکہ چناب اور جhelum کے بالائی حصے بھی بھارت کے علاقے میں چلے گئے۔ اس طرح بھارت نے پاکستان کی زرعی معیشت کو تباہ کرنے کی صلاحیت حاصل کر لی، جس کا پہلا عملی مظاہرہ اس نے اپریل 1948ء میں کیا جب اس نے لاہور کے نواحی علاقوں کا پانی کی ہفتے تک بندر رکھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں ایکٹر رقبے پر کھڑی فصلیں تباہ ہو گئیں۔

ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ

پس منظر:-

بر صغیر کی تقسیم کے وقت برطانوی ہندوستان میں چھوٹی بڑی شاہی ریاستوں کی تعداد 580 سے زیادہ تھی۔ ان ریاستوں سے کہا گیا کہ وہ اپنے اپنے حالات کے مطابق ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی مملکت کے ساتھ الحاق کر لیں یا آزاد رہنے کا فیصلہ کر لیں۔ 15 اگست 1947ء تک اکثر ریاستوں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ کر لیا۔ تین ریاستیں ایسی تھیں جو بروقت فیصلہ نہ کر سکیں فیصلے میں دونوں ملکوں کے لیے سخت مشکلات کا باعث بنی وہ ریاستیں جو ناگری، حیدر آباد اور کشمیر تھیں۔ ان تینوں ریاستوں کے الحاق کا ہم الگ الگ تذکرہ کریں گے۔

مسئلہ کشمیر:-

آزادی کا اعلان ہوا تو کانگریسی لیڈروں اور کشمیر کی پڑوسی ہندو اور سکھ ریاستوں خصوصاً پیالہ اور کپور تھله کے راجاؤں نے کشمیر ہندو مہاراجہ پر زور ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ کشمیر کا الحاق ہندوستان سے کر دے۔ وائراء نے خود بھی مداخلت کی۔ مہاراجہ نے یوم آزادی سے پہلے ہی پنجاب کی سرحد سے ملنے والے

علاقوں پوچھ اور جوں کے مسلمان باشندوں کے ہتھیار جمع کرالئے اور اپنی فوجیں اس علاقے میں جمع کرنا شروع کر دیں۔ بھارت کے جنوب مشرقی حصے میں بھارت سے ملٹی تھاڑے کوں کی تعمیر کا کام تیزی سے شروع کر دیا گیا تاکہ بھارتی فوجوں کو کشمیر پہنچانے میں آسانی ہو۔

ان واقعات سے کشمیری مسلمانوں میں بے چینی کا آغاز ہوا۔ اگست تک پوچھ اور جوں میں مسلح بغاوت شروع ہو چکی تھی۔ ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا اور گیرہ ہفتے کے عرصے میں پانچ لاکھ مسلمان آبادی سے اس علاقے کو بالکل خالی کرالیا۔

”تحریک آزادی کشمیر“ کے پاس چونکہ اسلحہ کی کمی تھی اس لیے تحریک کے نمائندے قبائلی علاقے اور صوبہ کے پی کے سے اسلحہ لانے کے لیے بھیجے گئے۔ جب اس علاقے میں مسلمانوں پر مہاراجہ کے مظالم کی خبریں پہنچیں تو بہادر قبائلی کشیر تعداد میں اپنے کشمیر بھائیوں کی امداد کے لیے اسلحہ لے کر کشمیر پہنچنے لگے۔ یہ خبر جب دہلی پہنچی تو انگریز گورنر جنرل اور بھارت کے لیڈروں نے مہاراجہ کشمیر سے ریاست کے بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کرالئے۔ یوں کشمیر کا ایک بڑا حصہ بھارت کے قبضے میں چلا گیا۔

مہاجرین کی آباد کاری جیسے تکمیل دہ مسئلے اور نگینے بیماری کے باوجود قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک لمحہ کے لیے بھی کشمیر کے مسئلے سے بے خبر اور لاتعلق نہیں رہے۔ انہوں نے پاکستانی افواج کے انگریز مکانڈر انچیف کو کشمیر میں فوج بھیجنے کا حکم دیا تو حکم ماننے سے مغذرت کر دی گئی۔ پاکستانی افواج اپنے کشمیری بھائیوں کی مدد کے لیے پہنچیں تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ جنوری 1948ء میں بھارت نے کشمیر کا مسئلہ اقوام متحده کے سامنے پیش کر دیا اور کشمیر میں رائے شماری کرانے کا وعدہ کیا، اقوام متحده نے جنگ بندی کر دی جس سے بھارت کو مقبوضہ کشمیر پر اپنا قبضہ مستحکم کرنے کا موقع مل گیا۔

جونا گڑھ مناوار اور مانگروں:-

بھبھی اور کراچی کے تقریباً وسط میں کاظمیا واڑ کے ساحل پر واقع چھوٹی سی ریاست جونا گڑھ میں زیادہ آبادی ہندوؤں کی تھی لیکن اس کا حکمران مسلمان تھا۔ جونا گڑھ کے نواب نے اپنا قانونی حق استعمال کرتے ہوئے اپنی ریاست کے پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا۔ دو اور چھوٹی چھوٹی ہمسایہ ریاستوں مناوار اور مانگروں کے نوابوں نے بھی ان کی تائید کی۔ حکومت پاکستان نے الحاق کی منظوری دے دی۔ جب بھارتی حکومت کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی فوجیں جونا گڑھ کی طرف روانہ کر دیں اور ریاست میں ہنگامے شروع کر دیئے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے نواب صاحب حکومت چھوڑ کر پاکستان آگئے۔ چند روز بعد بھارتی افواج نے ریاست پر قبضہ کر لیا۔ یہی حشر مناوار اور مانگروں کا بھی ہوا۔

حیدر آباد:-

حیدر آباد کا شمار بر طانوی ہند کی اہم ترین ریاستوں میں ہوتا تھا۔ 1941ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست کی آبادی ایک کروڑ ساخٹھ لاکھ تھی۔ رقبے کے لحاظ سے یہ ریاست بر طانیہ اور سکاٹ لینڈ کے مجموعی رقبے کے برابر تھی۔ بے پناہ دولت اور وسائل کے اعتبار سے حیدر آباد میں ایک خود مختار ریاست بننے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔ لیکن حیدر آباد کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ اس کی سرحدیں چاروں طرف سے ہندوستانی علاقے سے گھری ہوئی تھیں۔

ریاست کے سربراہ جو نظام کھلاتے تھے، مسلمان تھے، لیکن ریاست میں آبادی کی اکثریت ہندو تھی۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ ریاست حیدر آباد پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی عظیم الشان تہذیب کا سب سے بڑا مرکز تھی۔ انہی حوالق کی بناء پر نظام نے حیدر آباد کو آزاد اور خود مختار مملکت کے طور پر قائم

رکھنے کا فیصلہ کیا۔ وائرس ائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ہندوستانی حکومت نے نظام پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی کہ وہ ریاست کا الحاق ہندوستان سے کر دیں۔ حیدر آباد کن کے مسلمانوں نے ریاست بھارت سے الحاق کے خلاف آخری دم تک مراجحت کی۔ لیکن 12 ستمبر 1948ء کو قائد اعظم کی وفات سے اگلے ہی روز بھارتی فوجیں حیدر آباد میں داخل ہوئیں تو نظام نے اپنی افواج اور اتحاد مسلمین کے رضاکاروں کو ہتھیار ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اس طرح جنوبی ہند میں مسلم تہذیب و ثقافت کا یہ سب سے بڑا مرکز ہندوستان کے قبضے میں چلا گیا۔

مسائل کے حل کی کوشش

پاکستان کے مخالفین ہمیشہ سے یہ پروپیگنڈہ کرتے آرہے تھے کہ پاکستان انتظامی اور اقتصادی اعتبار سے ناقابل عمل ہو گا اور اگر قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو یہ ملک بہت جلد ٹوٹ جائے گا۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد پیش آئے والی مشکلات یقیناً بہت بڑی تھیں اور پاکستان کے مخالفین کے اندازے درست نظر آنے لگے تھے۔ لیکن قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی انٹک محنت اور مضبوط عزم پاکستانی لوگوں کے جذبہ ایثار اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان مشکلات پر بہت جلد قابو پالیا گیا۔ آئندہ سطور میں ہم ان کوششوں کا اختصار سے جائزہ لیں گے جو ابتدائی دور میں مسائل کو حل کرنے کے لیے کی گئیں۔

1۔ دستور سازی:-

کسی مملکت کا نظام آئین کے بغیر ایک دن بھی نہیں چل سکتا۔ المذاقیم پاکستان سے تین دن پہلے ہی قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے 11 اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی کا اجلاس طلب کیا۔ یہ اسمبلی ان ارکان پر مشتمل تھی جو 1945-46ء کے انتخاب میں مرکزی اسمبلی کے ارکان کے طور پر ان علاقوں سے منتخب ہوئے تھے جو پاکستان کا حصہ بنے۔ اس اجلاس میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مملکت پاکستان کی پالیسی کو واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا مستقبل کا آئین جمہوری اور اسلامی ہو گا۔ پاکستان میں پاپائیت کی قسم کامن ہی نظام رائج نہیں کیا جائے گا۔ غیر مسلم شہریوں کے حقوق مسلمان شہریوں کے برابر ہوں گے۔ انہوں نے اسمبلی کو آئین سازی کا کام کم سے کم وقت میں مکمل کرنے کی ہدایت کی۔ 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو معمولی ترمیمات کے ساتھ عارضی دستور کی حیثیت سے ملک میں نافذ کر دیا گیا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ دستور ساز اسمبلی کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔

2۔ حکومت سازی:-

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل اور لیاقت علی خان پہلے وزیر اعظم بنے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر وزیر اعظم نے ایک پانچ رکنی کابینہ تشکیل دی۔ یہ کابینہ انتہائی لاکن افراد پر مشتمل تھی، اگرچہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو گورنر جنرل کی حیثیت سے کابینہ کے معاملات میں برادرست مداخلت کا اختیار حاصل نہیں تھا تاہم قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ خدمات کی وجہ سے کابینہ نے فیصلہ کیا کہ وہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں کام کرے گی اور انہیں کابینہ کے فیصلے مسترد یا ویٹو کرنے کا اختیار بھی حاصل ہو گا۔

3۔ سرکاری افسروں اور ملازمین کی رہنمائی:-

حصول آزادی کے بعد فوجی اور سول انتظامیہ کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی تھیں۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا حوصلہ بڑھایا اور انہیں قومی خدمت کے جذبے سے ان تحکم محت کی ترغیب دی۔ اکتوبر 1947ء کو کراچی میں سول اور فوجی افسران سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان ملازمین سے ہمدردی کا اظہار کیا جن کے عزیز واقارب فسادات میں شہید ہو گئے تھے۔ 25 مارچ 1948ء کو سرکاری ملازمین سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

”اب آپ قوم کے حاکم نہیں رہے، آپ کو قوم کے خادموں کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے چاہئیں۔“

4۔ عوام کے اعتماد کی بحالی:-

ہجرت اور تقسیم ملک کے صدمات اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے معاشی دباوے نے عوام کو بے حال کر دیا تھا۔ دوسری طرف پاکستان کے دشمنوں کا پروپیگنڈہ اپنے عروج پر تھا جو پاکستانی عوام کو یہ باور کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ان کا ملک چند دن کا مہمان ہے، ان حالات میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے خرابی صحت کے باوجود ملک گیر دورے کیے جس سے لوگوں کا حوصلہ بڑھا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو یقین دلایا کہ پاکستان ہمیشہ قائم رہنے کے لیے بنائے اور یہ کہ پاکستان کے دشمنوں کی سازشیں جلد ناکام ہو جائیں گی۔

دیگر اقدامات:-

- ❖ کراچی کو مملکت پاکستان کا دارالحکومت مقرر کیا گیا۔
- ❖ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کر دیا کہ اردو صرف پاکستان کی قومی زبان ہو گی۔
- ❖ معاشی مسائل کے حل کے لیے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ”پاکستان فنڈ“، قائم کیا جس میں لوگوں نے فیاضی سے عطیات دیئے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ کے باعث گیرہ ماہ کی ریکارڈ مدت میں سٹیٹ بانک کے قیام کی تیاری کمکمل کر لی گئی۔ کیم جولائی 1948ء کو قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سٹیٹ بانک کا افتتاح کیا۔
- ❖ نظام عدل کی بنیادی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے قائد اعظم نے ”فیڈرل کورٹ“ کے نام سے ملک کی اعلیٰ ترین وفاقی عدالت قائم کی۔ (بعد میں اس کا نام بدل کر سپریم کورٹ آف پاکستان کر دیا گیا)۔
- ❖ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مہاجرین کی آباد کاری کا طرف خصوصی توجہ دی۔ لوگوں کے ایثار اور قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی دلچسپی سے لاکھوں مہاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ بہت کم وقت میں حل ہو گیا۔ (مہاجرین کی آباد کاری اور بعض اہم اقدامات کی تفصیل ہم الگ الگ عنوانات کے تحت تفصیل سے آگے چل کر مطالعہ کریں گے۔)

قومی اتحاد و استحکام

پاکستان کے دشمنوں کی ایک بہت بڑی چال یہ بھی تھی کہ ملک میں علاقائی، لسانی اور صوبائی تفصیلات کو ہوادی جائے اور لوگوں کے ذہنوں میں انتشار اور خلفشاپیدا کیا جائے۔ اس خطرے کی بروقت پیش بندی کرتے ہوئے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سخت یہماری کی حالت میں تمام صوبوں کے دورے کئے اور لوگوں کو تلقین کی کہ وہ متjur ہیں اور ملک دشمنوں کے پروپیگنڈہ کا شکار نہ ہو۔ اپنی ایک تقریر میں انہوں نے اسلام کو واحد بنائے اتحاد قرار دیتے ہوئے فرمایا:

”اسلام نے ہمیں یہیں سکھایا ہے، اور مجھے امید ہے کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آپ کوئی بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں آپ بہر حال مسلمان ہیں۔ اب آپ کا تعلق ایک قوم سے ہے۔ آپ کا پنا وطن ہے ایک وسیع و عریض وطن، یہ سارا آپ کا اپنا ہے، یہ کسی پنجابی، سندھی، پٹھان یا بُگالی کا نہیں، یہ آپ سب کا ہے۔“

9 اگست 1947ء کو کراچی میں انہوں نے فرمایا:-

”ایک دوسرے پر اعتماد کرو، ایک دوسرے سے تعاون کرو، پاکستان کو صحیح معنوں میں خوشحال، صحیح معنوں میں متjur اور صحیح معنوں میں طاقتور بنانے کے لیے دن رات کام کرو، دن کو بھی منت، رات کو بھی منت، دنی مکنی منت۔“

24 اگosto 1948ء کو ڈھاکہ یونیورسٹی کے طلباء کو ان الفاظ میں خبردار کیا۔

”میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ منشر ہو گے تو گرپڑو گے اور متjur ہو گے تو کھڑے رہو گے۔“

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خواجوں کا پاکستان

مہاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ:-

جیسا کہ ہم پہلے بھی پڑھ چکے ہیں تقسیم ہند کے نتیجے میں تقریباً 65 لاکھ افراد بھارتی علاقے سے بھرت کر کے پاکستان آئے۔ لہذا قیم پاکستان کے بعد مہاجرین کی آباد کاری کو سب سے اہم اور توجہ طلب مسئلے کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مہاجرین کی آباد کاری کے عمل کی خود گنراںی کی۔ انہوں نے فوری طور پر ”ریفیو جی فنڈ“، قائم کیا اور لوگوں سے اپیل کی وہ اس فنڈ میں عطیات جمع کرائیں۔ 30 اکتوبر 1947ء کو لاہور میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کرتے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”هم پاکستانیوں پر اب یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان لاکھوں تباہ حال مہاجرین کی دل کھول کر امداد کریں جو اپناسب کچھ چھوڑ کر پاکستان آرہے ہیں ان پر یہ مصیبتیں اس لیے ٹوٹی ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔“

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے حکومت کے علاوہ مقامی آبادی نے جس فراغ دی، ایثار اور اسلامی اخوت کے جذبے سے اپنے مہاجر بھائیوں کی بجائی کے لیے کام کیا اور اس کے نتیجے میں چند سال کے اندر اندر تمام مہاجرین کی آباد کاری اور روزگار کا مسئلہ حل ہو گیا

صوابائیت اور تنگ نظری سے گریز کی تلقین:-

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ پاکستان کے اندر اور باہر بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے پاکستان کے بن جانے کے بعد بھی اس کو حقیقت کے طور پر تسلیم نہیں کیا تھا۔ ان کی اب بھی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح قیام پاکستان کے تجربے کو ناکام ثابت کر سکیں، ان کا سب سے بڑا اختیار قوم میں عصیت اور علاقائیت کے جذبات کو فروغ دے کر پاکستان کی ملی وحدت کو پارہ کرنا تھا۔ اس خطرے کا دراک کرتے ہوئے قائد اعظم نے قوم کو خبردار کیا، انہوں نے فرمایا:

”اب ہم پاکستانی ہیں، ہم میں سے کوئی بھی بلوجی، پٹھان، سندھی، بنگالی اور پنجابی نہیں ہے بلکہ سب پاکستانی ہیں۔ ہماری ہر سوچ اور ہمارا ہر عمل پاکستان کی حیثیت سے ہونا چاہیے ہماری عزت اسی میں ہے کہ ہم خود کو پاکستانی سمجھیں۔“ (15 جون 1948ء)

11 اگست 1947ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ وہ دور گزر چکا ہے جب مذہب سے لوگوں کو تقسیم کرنے اور ان میں نفرت پیدا کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم ایسے دور میں اپنی زندگی کا آغاز کر رہے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک آزادی سے اپنے مذہب پر عمل کر سکتا ہے انہوں نے کہا کہ پاکستان کے تمام شہریوں کو خواہاں کا تعلق کسی بھی مذہب اور عقیدے سے ہو یہاں شہری حقوق حاصل ہوں گے۔

پاکستان کی معیشت کے رہنماء صول۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:-

کم جولائی 1948ء کو سیٹ بک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مغربی معاشری نظام پر سختی سے تقید کی اور مستقبل کے اقتصادی نظام کے بارے میں قوم کی رہنمائی فرمائی۔ انہوں نے کہا:

”مغربی دنیا میں صنعتی قابلیت اور مشینوں کی دولت کے زبردست فوائد رکھنے کے باوجود انسانی تاریخ کے بدترین باطنی بحران میں مبتلا ہے۔ اگر ہم نے مغرب کامعاشری نظریہ اور نظام اختیار کیا تو اس سے ہمیں اپنے عوام کے لیے امن اور خوشحالی حاصل کرنے کے نصب العین میں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ اپنی تقدیر ہمیں اپنے منفرد انداز میں بنانی پڑے گی ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشری نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔“

11 اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اگر ہم اس عظیم مملکت کو خوشحال بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی پوری توجہ لوگوں اور بالخصوص غریب طبقے کی فلاج بہود پر مرکوز کرنی پڑے گی۔“

خارجہ پالیسی کے رہنماءصول۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:-

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ یہ سمجھتے کہ دوسرے ملکوں سے تعلقات استوار کرتے ہوئے پاکستان کو عدم مداخلت اور غیر جانبداری کے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا:

”ہماری خارجہ پالیسی دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ دوستی اور خیر خواہی کے اصولوں پر مبنی ہے۔ ہم کسی بھی ملک یا قوم کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے ہم ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں ایمانداری اور انصاف کے اصولوں کی بالادستی چاہتے ہیں۔“

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا خیال تھا کہ پاکستان کو عالمی برادری میں ایک مستعد اور فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔ ان کی اسی سوچ کا نتیجہ یہ تھا کہ پاکستان آزادی کے ایک ماہ بعد ہی (ستمبر 1947ء میں) اقوام متحده کارکن بن گیا۔ جلد ہی پاکستان کے دولت مشترکہ ممالک سمیت دنیا کے اکثر ممالک سے تعلقات قائم ہو گئے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسلم ممالک سے پاکستان کے تعلقات کو خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان ممالک متحد ہوں اور اپنے مسائل کے حل کے لیے مشترکہ حکمت عملی اختیار کریں۔ 27 اگست 1948ء میں عید الفطر کے موقع پر دنیا بھر کے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

”ہم سب مسلمان اپنی اپنی جگہ خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ فلسطین، اندونیشیا اور کشمیر کے مسلمانوں کو ان کا حق دینے کی بجائے ان کے خلاف طاقت کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ ہماری آنکھیں اب کھل جانی چاہئیں اور ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ ہم متحد ہو کر ہی دنیا کے ایوانوں میں اپنی آواز کو موثر بناسکتے ہیں۔“

طلباں کو تعلیم پر توجہ دینے کی ہدایت

31 اکتوبر 1947ء کو طلباء کے ایک وفد سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”پاکستان کو اپنے جوانوں بالخصوص طلباء پر فخر ہے جو آزمائش اور ضرورت کے وقت ہمیشہ پہلی صفت میں رہے ہیں۔ آپ مستقبل کے معمدار قوم ہیں، اس لیے جو مشکل کام آپ کے سر پر آن پڑا ہے، اسے انعام دینے کے لیے اپنی شخصیت میں نظم و ضبط پیدا کیجیے۔ مناسب تعلیم اور مناسب تربیت حاصل کیجیے۔“

21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں فرمایا:

”نوجوان دوستو! اب میں آپ ہی کو پاکستان کا حقیقی معمار سمجھتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی باری پر کیا کچھ کر کے دکھاتے ہیں۔ اس طرح رہیے کہ کوئی آپ کو گراہناہ کر سکے، کوئی آپ کو غلط طور پر استعمال نہ کر سکے، اپنی صفوں میں مکمل اتحاد اور استحکام پیدا کیجیے۔ ایک مثال قائم کر دیجیے کہ نوجوان کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ آپ کا اصل کام کیا ہو ناچاہیے، اپنی ذات سے وفاداری، اپنے ملک سے وفاداری، اپنے مطابع پر مکمل توجہ۔“

مسائل کے حل کی حکمت:-

قالدرا عظیم رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے عظیم ترین رہنمابی بنے بلکہ انہیں دنیا بھر کے قائدین میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوا۔ پاکستان کا قیام ان کا ایک اتنا بڑا کارنامہ تھا کہ دنیا بھر کی سیاسی تاریخ میں ایسے کارناموں کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

قالدرا نہ صلاحیتیں:-

قالدرا عظیم رحمۃ اللہ علیہ کو جو بے مثال کامیابی حاصل ہوئی، اُسکی وجہ ان کی شاندار قائدانہ صلاحیتیں تھیں جن کا مختصر تذکرہ ہم یہاں کریں گے۔

قالدرا عظیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی حکمت عملی ترتیب دیتے ہوئے ہمیشہ وقت اور حالات کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کانگریس سے کیا جو اس وقت روشن خیال اور آزادی پسند ہندوستانیوں کی جماعت سمجھی جاتی تھی۔ 1906ء میں مسلم لیگ بنی توہہ اس میں اس لیے شامل نہیں ہوئے کہ اس زمانے میں اس پر اعلیٰ طبقے کے مسلمانوں کا قبضہ تھا اور یہ کوئی عوای جماعت نہیں تھی۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ وہ مسلم لیگ کی پالیسی میں تبدیلی لاسکتے ہیں 1913ء میں وہ صرف مسلم لیگ میں شامل ہو گئے بلکہ بہت کم وقت میں انہوں نے اسے مسلمانان ہند کی مقبول ترین عوای جماعت بنادیا۔

قالدرا عظیم رحمۃ اللہ علیہ ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے حامی تھے انہوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ کانگریس کو مسلمانوں کے مطالبات مانenze پر آمادہ کر سکیں اور ہندوستان کا اتحاد قائم رہ سکے لیکن کانگریس کی صفوں میں شامل بعض انتہا پسند رہنماؤں نے ان کی تمام مصالحانہ کوششوں کو ناکام بنا دیا تو انہوں نے ایک آزاد مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ آخری چارہ کار کے طور پر کیا۔ لیکن پاکستان کا مطالبہ کرنے اور اس مطالبے کی بنیاد پر 1945-46 کے انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی انہوں نے اتنی لپک برقرار رکھی کہ مئی 1946 میں پیش کئے جانے والے کابینہ مشن کے منصوبے کو قبول کر لیا جس میں ایک وفاقی ہندوستان کا تصور پیش کیا گیا تھا۔

قالدرا عظیم رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان کامیابی کی دوسری بڑی وجہ ان کی قانون پسندی تھی۔ وہ پر امن اور آئینی جدوجہد پر یقین رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے پیر و کاروں کو بھی قانون ٹکنی توڑ پھوڑ اور تشدد آمیز احتجاج کی ترغیب نہیں دی یہی وجہ تھی کہ اپنی تفریبیاً نصف صدی پر پھیلی ہوئی سیاسی زندگی میں انہیں کبھی جیل نہیں چاہا۔ انہوں نے تحریک غلافت اور تحریک بھارت جیسی جذباتی تحریکوں سے خود کو اس لیے الگ کھا کر انہوں نے ان تحریکوں میں چھپے ہوئے تشدد کے رجمات کا وقت سے پہلے درست اندازہ کر لیا تھا۔ انہوں نے غیر مقبول ہونا اور سیاست کی دنیا سے عارضی طور پر لا تعلق ہو جانا گوار کر لیا لیکن کبھی تشدد آمیز رجمات کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔

قالدرا عظیم رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں اور تقریروں کے مطالعے سے ان کی کھڑی اسلامی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے وہ ایک رائج العقیدہ مسلمان تھے لیکن انہوں نے کبھی مذہب کو سیاسی کامیابی کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا۔ وہ پاکستان کو ایک روشن خیال اسلامی ریاست دیکھنا چاہتے تھے لیکن انہوں نے پاکستان کو کثر مذہبی ریاست (Theocracy) بنانے کے خیال کو سختی سے مسترد کر دیا۔

قالدرا عظیم رحمۃ اللہ علیہ بے پناہ شخصی خصوصیات کے حامل تھے، ہندوستانی قیادت میں شاید ہی کوئی لیڈر ذہانت کے اعتبار سے ان کے درجے تک پہنچا ہو۔ ان کا مطالعہ و سعی اور مشاہدہ عمیق تھا وہ اعلیٰ درجے کے مقرر تھے، ان کا استدال اتنا مضبوط ہوتا تھا کہ مخالف اس کی تاب نہ لاسکتا تھا۔ لیکن ان کی وہ خوبی جوان کی تمام خوبیوں پر حاوی تھی اور جس نے ان کو حقیقی معنوں میں قائدرا عظیم بنایا ان کی شک و شبہ سے بالا تر دیانت داری اور اصول پسندی تھی۔

بر صغیر کے مسلمان قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت پر غیر مشروط اعتماد رکھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد کے مشکل ایام میں یہی وہ بات تھی جس نے لوگوں کو مشکلات کے مقابلے میں ڈٹ جانے اور آگے بڑھنے کا عزم اور حوصلہ عطا کیا۔ آئندہ سطور میں ہم قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت کے چند بنیادی اوصاف کا الگ عنوانات کے تحت جائزہ لیں گے۔

مذکرات:-

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ تمام معاملات کو مذاکرات اور گفت و شنید کے ذریعے حل کرنے پر یقین رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں جب بھی مذکرات کی دعوت دی گئی انہوں نے کبھی اس کو قبول کرنے سے انکار نہیں کیا۔ 31-1930ء میں وہ حکومت برطانیہ کی دعوت پر لندن گول میز کانفرنس کے لیے تشریف لے گئے۔ نہرورپورٹ کانگریس کی انتہا پسندی کا مظہر تھی قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بارہاریہ کوشش کی کہ مذکرات کے ذریعے ہندو مسلم اختلافات کے حل کی کوئی صورت نکل آئے۔ 1944ء میں گاندھی جی نے انہیں مذکرات کی دعوت دی تو انہوں نے اسے خوشی سے قبول کر لیا۔ ستمبر 1944ء میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر دونوں رہنماؤں کے درمیان طویل مذکرات ہوئے، آزادی کے بعد بھارت نے کشمیر کا مسئلہ کھدا کیا تو قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اقوام متحده اور دولت مشترکہ کی سطح پر مذکرات کے ذریعے سلیمانیہ کی کوشش کی۔ انہوں نے بھارتی حکومت کی طرف سے کی جانے والی گفت و شنید کی پیش کش کو بھی ماننے سے انکار نہیں کیا۔ قیام پاکستان کے بعد می 1948ء میں مرکزی حکومت نے کراچی کو فاقی دار الحکومت کے طور پر اپنی تحويل میں لینے کا فیصلہ کیا تو سندھ مسلم لیگ کے ایک موثر گروپ نے اس کی مخالفت کی اور اس فیصلے کو تبدیل کرانے کے لیے ایک مجلس عمل کی تشكیل دی۔ قائد اعظم نے مجلس عمل کے قائدین کو مذاکرات کے لیے زیارت طلب کیا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے بعد یہ قائدین اپنے موقف سے دستبردار ہونے پر مجبور ہو گئے۔

منہت، اتحاد، ایمان، تنظیم:-

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیغام اور تحریک کا خلاصہ چار جامع الفاظ میں بیان فرمایا یہ سنہ ۱۹۴۷ء میں اصول آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ اور روشنی کا مینار ثابت ہو سکتے ہیں۔ 30 اگست 1947ء کو لاہور کے تاریخی جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

”----اب یہ آپ پر مخصر ہے کہ آپ کام کریں۔“

کام کام اور کام : کامیابی ہمارا مقدار ہے۔

یہ نعرہ کبھی نہ بھولیے : ”اتحاد، ایمان، تنظیم“



1۔ خالی جگہ ایسے الفاظ سے پر کیجیے کہ بیان با معنی ہو جائے۔

1۔ ریڈ کلف ایوارڈ کا اعلان 1947ء کو کیا گیا۔

2۔ ملکتہ میں اچھوتوں کی آبادی فیصلہ تھی۔

- راوی کامادھور پور اور تنج کا _____ 3
 ہمیڈور کس ہندوستان کو دے دیئے گئے۔
- کوپاکستان اقوام متحده کا ممبر بن گیا۔ (مہینہ وار لکھیے) 4
- ہر سوال کے آگے قوسین میں دیئے گئے تین جوابات میں سے مناسب ترین جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پر لکھیجی۔ 2
 (ریڈ کلف، ماونٹ بیٹن، ریڈ کلف ایوارڈ)
 حد بندی کمیشن کا سربراہ _____ 1
 کو بنایا گیا
 تقسیم کے وقت ہندوستان میں اسلحہ سازی کے _____ کارخانے تھے۔ (24, 18, 16)
 تقسیم کے وقت ہندوستان میں شاہی ریاستوں کی تعداد _____ تھی۔ (16, 680, 580)
 1941ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست حیدر آباد کی آبادی _____ تھی۔
 (ایک کروڑ، ایک کروڑ ساٹھ لاکھ، ساٹھ لاکھ)
- قیام پاکستان کے فوراً بعد _____ 5
 (کراچی، راولپنڈی، اسلام آباد) کو پاکستان کا دارالحکومت بنایا گیا۔
 کو قائد اعظم نے سیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح کیا۔ 6
- 14 اگست 1947ء، یک ستمبر 1947ء، یکم جولائی 1948 7
 تمبیر 1944ء میں کی رہائش گاہ پر جناح گاندھی مذکورات ہوئے۔ (قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ، گاندھی، نہرو)
 1948ء میں بھارت نے لاہور کے علاقے کا سیراب کرنے والی نہروں کا پانی بند کر دیا۔ 8
 (مارچ، اپریل، مئی)
- ریاست حیدر آباد کے مسلمان سربراہ کو _____ 9
 (نظام، نواب، امیر) کہا جاتا تھا
 مہاجرین کی آبادی کے لیے قائد اعظم نے _____ فنڈ قائم کیا۔ 10
 (رفیوی، قائد اعظم، بریڈ کراس)
- ص (صحیح) یا غ (غلط) کے اوپر دائرة لگا کر درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔ 3
 1. گلکتہ کے ہندو چھوٹ یہ چاہتے تھے کہ ان کا شہر پاکستان میں شامل ہو۔
 2. جنوری 1948ء میں بھارت نے کشمیر کا مسئلہ اقوام متحده کے سامنے پیش کر دیا۔
 3. ریاست جونا گڑھ مسلمان اکثریت کی ریاست تھی۔
 4. ریاست حیدر آباد کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھی۔
 5. قائد اعظم نے فرمایا کہ پاکستان کی قومی زبان صرف اور صرف انگریزی ہو گی۔
 6. قائد اعظم 1906ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔
 7. قائد اعظم نے تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔
 8. قائد اعظم پاکستان کو تھیو کریں قسم کے مذہبی ریاست بنانا چاہتے تھے

4۔ کالم الف کے اندر راجات کو کالم ب سے لائن کے ذریعے اس طرح ملائیے کہ دونوں کا تعلق واضح ہو جائے۔

کالم ب	کالم الف
فیلڈ مارشل	ریڈ کلف
ایوارڈ	گوردا سپور
کشمیر	آکنیلیک
اقوام متحدہ	ستمبر 1948ء
حیدر آباد	ستمبر 1947ء

5۔ ہر سوال کا جواب دو سے پانچ سطور میں لکھیے۔

- 1۔ ہندوستان کی غلط تقسیم کس طرح مسئلہ کشمیر کو پیدا کرنے کا سبب بنی؟
- 2۔ مہاجرین کی آباد کاری کے مسئلے پر نوٹ لکھیے۔
- 3۔ قومی اتحاد و استحکام کے حوالے سے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ان کے اپنے الفاظ میں نقل کیجیے۔
- 4۔ مہاجرین کی آباد کاری کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے قائد اعظم نے کیا اقدامات کیے؟
- 5۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ سرکاری ملازمین سے کس طرز عمل کی توقع رکھتے تھے؟
- 6۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء کو کیا نصیحت فرمائی؟
- 7۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیغام اور تحریک کا خلاصہ کن چار الفاظ میں بیان کیا؟
- 8۔ معیشت کے بارے میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا خلاصہ بیان کیجیے۔
- 9۔ قیام پاکستان کے بعد عموم کا اعتماد بحال کرنے کے لیے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اقدامات کیے؟
- 10۔ آکنیلیک نے برطانیہ کو بھیجی گئی روپرٹ میں کیا لکھا؟

6۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

- 1۔ حد بندی کے معاملے میں ریڈ کلف کی ناصافیوں کا جائزہ لیجیے۔ غلط تقسیم سے پاکستان کو کیا نقصانات پہنچے؟
- 2۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد پیش آنے والے اہم مسائل کا جائزہ لیجیے۔
- 3۔ تقسیم کے بارے میں ہندوستان کی حکومت کے رویے پر نوٹ لکھیے۔
- 4۔ مسئلہ کشمیر پر نوٹ لکھیے۔
- 5۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد مسائل کے حل کے حوالے سے کون سے اہم اقدامات کیے گئے؟



اسلامی جمہوریہ پاکستان کا جغرافیہ

پاکستان کے طبی خدوخال

محل و قوع، وسعت:-

اسلامی جمہوریہ پاکستان 24° اور 36° شمالی عرض بلد اور 61.00° اور 75° مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔ پاکستان کا رقبہ 796096 مربع کلومیٹر ہے۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی 132.35 ملین ہے۔

سرحدیں:-

پاکستان کی سب سے لمبی سرحد مغرب میں افغانستان سے ملتی ہے۔ جو 2612 کلومیٹر لمبی ہے۔ یہ سرحد 1893ء میں انگریز اور افغان حکمرانوں کے باہمی مشورے سے قائم کی گئی اور اسے ڈیورنڈ لائن کا نام دیا گیا۔

جنوب مغرب میں پاکستان کی سرحد ایران سے ملتی ہے۔ جس کی لمبائی تقریباً 909 کلومیٹر ہے، پاکستان کے مشرق میں بھرت ہے۔ بھارت اور پاکستان کی مشترکہ سرحد کی لمبائی تقریباً 2100 کلومیٹر ہے۔ جنوب میں 1059 کلومیٹر کی ساحلی پٹی ہے۔

ملک کے شمال میں قراقرم کے بلند بالا سلسلوں کے ساتھ عوامی جمہوریہ چین کی 600 کلومیٹر لمبی سرحد ہے۔ یہ سرحد شمال میں پاکستان کے علاقوں میں گلگت اور بلتستان کو چین کے مسلم اکثریت کے صوبے سنجانگ سے جدا کرتی ہے۔ شمال ہی میں تاجکستان سے پاکستان کو افغانستان کے علاقے و خال کی ایک تنگ سی پٹی جدا کرتی ہے۔ یہ پٹی اپنے تنگ ترین مقام پر 20 کلومیٹر چوڑی ہے۔

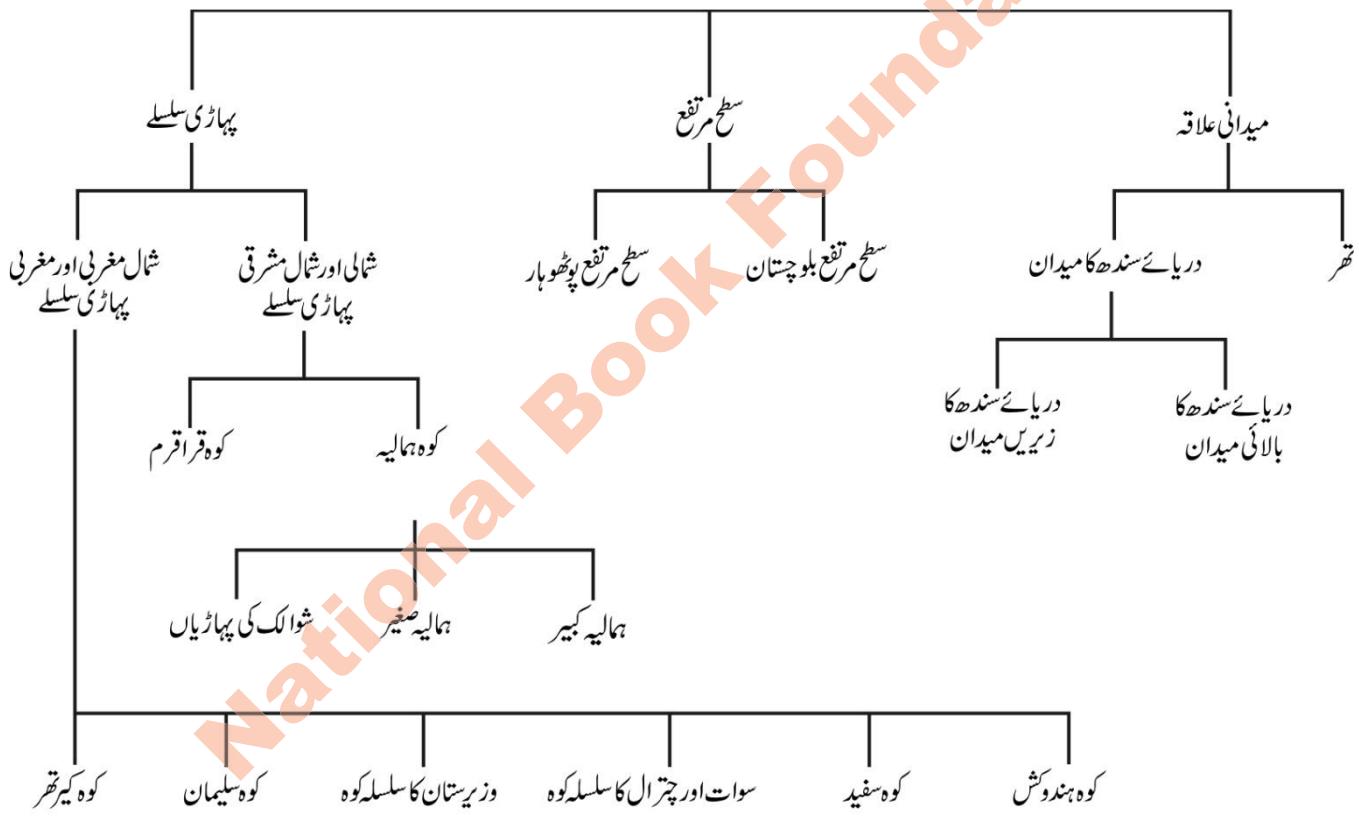
پاکستان کے قدرتی خطے یا طبی خدوخال:-

پاکستان طبی لحاظ سے ایک ایسے خطے میں واقع ہے جہاں سطح زمین کی بلندی کے تمام درجات یک وقت مشاہدہ کئے جاسکتے ہیں۔ یہاں ایک طرف ایسے علاقے ہیں جن کی بلندی سطح سمندر کے برابر ہے۔ دوسری طرف دنیا کی بلند ترین چوٹی کے ٹو آسمان سے باتمیں کر رہی ہے۔ طبی خدوخال کے اعتبار سے پاکستان کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- 1 پہاڑی علاقے
- 2 پہاڑی سطح مرتفع
- 3 میدانی علاقے

پہاڑی علاقے اور سطح مرتفع مجموعی طور پر پاکستان کے تقریباً 60 فیصد علاقے پر مشتمل ہیں۔ باقی 40 فیصد علاقہ میدانی ہے۔

ارض پاکستان کی جغرافیائی تقسیم



پاکستان کے موسم

موسم گرد़ا:-

اپریل سے شروع ہو کر ستمبر میں ختم ہوتا ہے۔

موسم سرما:-

اکتوبر سے فروری تک چلتا ہے۔

موسم بہار:-

پاکستان میں بہار کا موسم بہت مختصر ہوتا ہے، یہ مارچ اور اپریل دو مہینے کا ہوتا ہے۔

موسم برسات:-

برسات کا موسم اگست سے اکتوبر تک رہتا ہے۔ ستمبر اور اکتوبر کے مہینوں میں درجہ حرارت شدید نہیں ہوتا۔

بارش

ساحلی علاقہ:-

ہوا میں سارا سال نبی رہتی ہے۔ لیکن بارش زیادہ نہیں ہوتی۔ بارش کی اوسط 175 ملی میٹر سالانہ ہے۔

بڑی آب و ہوا کامیڈی افی علاقہ:-

اس علاقے کی آب و ہوا عام طور پر خشک ہوتی ہے۔ شمال میں دامن کوہ کے کچھ علاقوں کو چھوڑ کر تمام علاقوں میں معمولی بارش ہوتی ہے۔

بری آب و ہوا کا پہاڑی علاقہ:-

اس میں شمالی اور شمال مغربی پہاڑی علاقے شامل ہے۔ ان علاقوں میں موسم گرمائیں بارش ہوتی ہے۔ مغربی پہاڑی علاقے کے وسطیٰ حصے میں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً وزیرستان اور کوہستان کی سالانہ اوسط 250 ملی میٹر ہے لیکن شمال اور جنوب کی طرف پہنچتے پہنچتے ہوا میں آبی بخارات سے خالی ہو جاتی ہیں۔ اس لیے شمالی اور جنوبی علاقوں میں بارش کم ہوتی ہے۔ مثلاً شمال میں سکردو میں بارش کی اوسط 93 ملی میٹر ہے اور جنوب میں مکران کی اوسط 125 ملی میٹر سے کم ہے۔

سطح مرتفع بلوجستان کا بری آب و ہوا کا خطہ:-

اس خطے میں بلوجستان کے شمال مغربی حصے کو شامل کیا جاتا ہے یہ علاقہ صحرائی نوعیت کا ہے جہاں بارش کی سالانہ اوسط 125 ملی میٹر سے کم ہے۔

درجہ حرارت کے لحاظ سے ارض پاکستان کی تقسیم (آب و ہوائی خط)

درجہ حرارت کے لحاظ سے پاکستان کو چار بڑے خطوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

شمال مغربی پہاڑی خط:-

اس علاقے میں تقریباً آٹھ ماہ سخت سردی پڑتی ہے درجہ حرارت اکثر اوقات صفر درجے سینٹی گریڈ سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔

دریائے سندھ کا بالائی میدان:-

پاکستان کا صوبہ پنجاب اور صوبہ کے پی کے کا پیشتر علاقہ اس خطے میں واقع ہے۔ اس علاقے میں می، جون اور جولائی میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ آندھیاں چلتی ہیں۔ اس علاقے میں می، جون اور جولائی میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ آندھیاں چلتی ہیں۔ درختوں کے پتے سوکھ کر جھٹ جاتے ہیں۔ بعض مقالات پر درجہ حرارت 50 درجے سینٹی گریڈ تک جا پہنچتا ہے۔ البتہ موسم سرما مختصر ہوتا ہے اور اتنا تا قابل برادشت نہیں ہوتا ہے۔ مختصر و قفوں کے لیے سخت سردی پڑتی ہے لیکن چونکہ آسمان صاف رہتا ہے اس لیے موسم بہت جلد خوشگوار ہو جاتا ہے۔

سطح مرتفع بلوجستان:-

سطح مرتفع بلوجستان کے اکثر علاقوں میں موسم سرما بہت شدید ہوتا ہے۔ بعض اوقات ثالی ہوا کیں چلنے سے درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔ سردی اور گرمی دونوں موسم سخت ہوتے ہیں، موسم گرمائیں چھٹیل پہاڑ تپ جاتے ہیں جن کی وجہ سے سخت گرمی پڑتی ہے۔ دنیا کے گرم ترین مقالات سی اور جیکب آباد اسی علاقے میں واقع ہیں۔

دریائے سندھ کا زیریں میدان اور ساحلی علاقہ:-

دریائے سندھ کے زیریں میدان میں ساحلی علاقہ بھی شامل ہے۔ اس علاقے میں نیم بھری کے باعث آب و ہوا سارا سال معتدل رہتی ہے۔ نیم بھری کا اثر سمندر سے 80 کلو میٹر تک محسوس کیا جاتا ہے۔ اس علاقے میں نہ سخت سردی پڑتی ہے اور نہ سخت گرمی۔ درجہ حرارت میں اتار چڑھاؤ معمولی ہوتا ہے۔ مثلاً کراچی کا درجہ حرارت جنوری سے مئی تک تقریباً 18 درجے سینٹی گریڈ سے 28 درجے سینٹی گریڈ تک رہتا ہے۔ سال کے باقی سات مہینوں میں درجہ حرارت میں 7 درجے سینٹی گریڈ سے زیادہ کی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ سندھ کے باقی علاقوں کا موسم پنجاب سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔

غیر متوازن اقتصادی ترقی اور علاقائی عدم توازن:-

پاکستان کے مختلف صوبوں اور علاقوں میں و سبق تقاضا کیا جاتا ہے۔ اس تقاضا کے بہت سے پہلو ہیں یہ تقاضا طبعی بھی ہے اور انسانوں کا پیدا کردار بھی۔ آئندہ سطروں میں ہم مختلف پہلوؤں سے پاکستان کے مختلف علاقوں میں پائے جانے والے عدم توازن اور تقاضا کا جائزہ لیں گے۔

پنجاب کی آبادی 7 کروڑ 3 لاکھ، سندھ کی آبادی 3 کروڑ 4 لاکھ، خیبر پختونہ صوبے کی ایک کروڑ 77 لاکھ اور بلوچستان کی صرف 65 لاکھ ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ پاکستان کے سب سے بڑے صوبے یعنی پنجاب کی آبادی سب سے چھوٹے صوبے یعنی بلوچستان کے گیارہ گناہ سے بھی زائد ہے لیکن رقبے کی صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ صوبہ بلوچستان رقبے کے لحاظ سے ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور پاکستان کے تقریباً 44 فیصد رقبے پر محیط ہے اس کے مقابلے میں پنجاب کا رقبہ صرف 26 فیصد ہے۔ ملک میں 2 لاکھ آبادی کے 23 شہروں میں سے صرف ایک بلوچستان کے حصے میں آتا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے پانچ بڑے شہروں میں سے صرف ایک (کراچی) صوبہ سندھ میں واقع ہے باقی چار شہروں کا تعلق صوبہ پنجاب سے ہے (باتریتیب لاہور، فیصل آباد، راولپنڈی، ملتان)

زندگی اور کاروبار کی بہتر سہولتیں میرہونے کی وجہ سے لوگ تیزی سے بڑے شہروں کا رخ کر رہے ہیں۔ اس رجحان کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑے شہر بے ہنگام طریقے سے پھیلتے جا رہے ہیں۔ تمام سرمایہ کاری بڑے شہروں میں ہو رہی ہے، صحت اور تعلیم کی سہولتیں بھی بڑے شہروں میں مرکوز ہو رہی ہیں۔ زندگی کی بنیادی سہولتیں دیہات میں فراہم کرنے کی طرف توجہ بہت کم دی گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دیہات میں محرومی کا احساس بڑھ رہا ہے۔

ایک ماہر اقتصادیات حامد شاہد کے الفاظ میں:

”اس صورت حال میں دولت و ثروت کے چند ایسے جزیرے وجود میں آجائیں گے جن کے گرد غربت اور افلاس کا ایک بے گرا سمندر پھیلا ہوا ہو گا۔“

رواینی ماہرین اقتصادیات کا خیال تھا کہ اقتصادی ترقی اور علاقائی عدم مساوات کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بعض ماہرین کہتے ہیں کہ یہ ایک عارضی مسئلہ ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو خود حل کر لیتا ہے۔ لیکن جدید ماہرین اقتصادیات کہتے ہیں کہ اقتصادی تقاضا جب ایک مرتبہ پیدا ہو جاتا ہے تو کم ہونے کی بجائے ہمیشہ شدت اختیار کرتا ہے۔ اس کی عملی مثال یہ ہے کہ 1959ء میں مشرقی پاکستان کی فی کس آمدنی مغربی پاکستان کے مقابلے میں 32 فیصد کم تھی یہ فرق اگلے دس سال میں 61% ہو گیا۔ یہی عدم توازن ملک کے دولت ہونے کا سبب بنا۔ اب بھی اس رجحان کو روکنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں جو آخری اعداد و شمار دستیاب ہیں ان کے مطابق سندھ میں فی کس سالانہ آمدنی کی شرح باقی تمام صوبوں سے زیادہ ہے۔ یہ شرح کے پی کے سے تین گنا، پنجاب سے ڈیڑھ گنا اور بلوچستان کے مقابلے میں دو گنا سے بھی زائد ہے۔ پنجاب کی فی کس سالانہ آمدنی کے پی کے سے دو گنا ہے۔ پھر صوبوں کے اپنے اندر بھی عدم توازن موجود ہے۔ مثلاً وسطیٰ پنجاب جنوبی پنجاب کے مقابلے میں زیادہ آباد اور خوش حال ہے۔ یہی حال دوسرے صوبوں میں ہے۔

صنعتی ترقی کے اعتبار سے بھی ملک کے مختلف علاقوں میں وسیع عدم توازن پایا جاتا ہے۔ سندھ کی تمام تر صنعت کراچی اور حیدر آباد تک محدود ہے۔ پنجاب کی صنعتیں فیصل آباد، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، شیخوپورہ اور لاہور میں مرکوز ہیں۔ پنجاب کے باقی اضلاع صنعتی ترقی سے تقریباً محروم ہیں۔ بلوچستان اور کے پی کے میں صنعتی ترقی نہ ہونے کے برابر ہی۔ اگرچہ حکومت نے بلوچستان میں ”ہب“ اور صوبہ کے پی کے میں ”گدون امازی“ کے علاقوں کو ٹیکس فری زون قرار دیا اور صنعتیں قائم کرنے کے لیے ترغیبات فراہم کیں اس طرح ان صوبوں میں کچھ صنعتیں قائم ہوئیں تاہم انہیں پنجاب اور سندھ کی سطح پر لانے کے لیے ایک لمبا سفر درکار ہے۔

اقتصادی ترقی کا ان بنیادی سہولتوں سے بہت گہرا تعلق ہے۔ جن کو عام طور پر ”انفراسٹر کچر“ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل سہولتیں شامل ہیں۔

ریلوے، بڑ کیس، ٹیلیفون، ٹیلی ویژن، اخبارات اور ڈاک کا نظام وغیرہ۔ ملک کے جن صوبوں میں اور صوبوں کے جن شہروں میں یہ سہولتیں موجود تھیں انہی میں ترقی کی رفتار تیز رہی اور فنی کس آمدنی تیزی سے بڑھی۔ تعلیم یافتہ اور فنی مہارت رکھنے والے لوگوں نے لاہور، کراچی، کوئٹہ، پشاور اور دوسرے بڑے شہروں کا رخ کیا۔ جہاں بینک، کالج، ہسپتال، تعلیمی ادارے اور ملازمت کے موقع بکثرت دستیاب تھے۔

پس مندہ علاقوں کو پس مندہ رکھنے میں جا گیر داری نظام نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ جن علاقوں میں زمین چھوٹے زمینداروں کے پاس تھی انہی علاقوں میں زراعت نے ترقی کی مثلاً پنجاب میں لاہور، ساہیوال، سیالکوٹ، اوکاڑہ، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، فیصل آباد وغیرہ۔ عام طور پر صنعتیں بھی انہی اضلاع میں قائم ہوئیں۔ بڑے جا گیر داروں کا مسئلہ و سیع علاقوں پر پھیلی ہوئی اپنی رعایا پر اپنی حکومت کو برقرار رکھنا تھا لہذا وہ سمجھتے تھے کہ اگر لوگ تعلیم یافتہ یا خوش حال ہوتے گئے تو وہ ان کو جانوروں کی طرح نہیں ہائک سکیں گے جس کے وہ صدیوں سے عادی رہے ہیں۔ لہذا انہوں نے تعلیم اور خوشحالی کی طرف جانے والے ہر راستے کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی۔

ترقی کا راستہ رونے والی دوسری بڑی طاقت یورپ کریں یعنی افسر شاہی تھی۔ اعلیٰ افسران نے پسندیدہ علاقوں کو شہری سہولتیں مہیا کیں۔ پاکستان جیسے اقتصادی لحاظ سے کمزور ملک کو ہمیشہ بجٹ خسارے کا سامنا رہا۔ اس خسارے کو کنٹرول کرنے اور افرادِ زر پر قابو پانے کے لیے اخراجات پر کٹوٹی عائد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ افسر شاہی نے اس طرح کی کٹوٹیاں ہمیشہ بہت سے پس مندہ علاقوں کے اخراجات پر ہی عائد کی ہیں۔ کراچی، لاہور اور اسلام آباد جیسے شہروں کے ترقیاتی اخراجات ہمیشہ جوں کے توں رہتے ہیں بلکہ ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

یہ صورت حال قومی زندگی اور قوم کے وجود کے لیے ایک ٹائم بم کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن اس کی اصلاح کے لیے محض چند سطحی نوعیت کے اقدامات کافی نہیں ہو سکتے۔ اس کے لیے ایک بنیادی اور ہمہ گیر معاشرتی اور سیاسی انقلاب کی ضرورت ہے۔ معاشرے کا استعمال کرنے والے طبقات کا زور توڑنے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کی اقتصادی بنیاد مضبوط ہو۔ اقتصادی ترقی صرف امن اور صلح جوئی کے ماحول میں ممکن ہے۔ اصول حدیبیہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں امن کو پہلی ترجیح کا درجہ دینا چاہیے۔

انسانی زندگی پر موسموں کے اثرات

کره ارض کے مختلف حصوں کا موسم ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ موسم لوگوں کی زندگی کے بہت سے بیانوں کو متاثر کرتا ہے۔ ہم اپنے ہی ملک میں موسم کے انسانی زندگی پر اثرات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں مثلاً شمالی اور شمال مغربی پہاڑی علاقوں میں لوگ گھروں کی چھتیں ڈھلوان بناتے ہیں تاکہ وہ کثرت سے ہونے والی بارشوں اور برف باری کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔ کراچی، حیدر آباد اور صوبہ سندھ کے دوسرے علاقوں میں لوگ موسم گرمائیں سمندر کی ٹھنڈی ہو اسے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لیے اور گرمی کی شدت کو کم کرنے کے لیے گھروں کی چھتوں پر چمنی نما و دش دان اور ہوادن بناتے ہیں۔ سرد شمالی علاقوں میں لوگ بھاری لباس پہنتے ہیں اور بیرون خانہ کھیل عموماً نہیں کھیلے جاتے۔ موسم سرمائیں لوگ شدید سردی سے بچنے کے لیے یا تو گھروں میں بند ہو جاتے ہیں۔ یار و زگار کی تلاش میں میدانی علاقوں کا رخ کرتے ہیں۔

صحراًی علاقوں میں چلنے والی ہو اوسی گرمائیں دن کے وقت شدید گرم ہوتی ہے۔ پاکستان میں اس ہوا کو ”لو“ کہتے ہیں۔ اس کے ناگوار اثر کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان کے صحراًی علاقے تھل اور تھر کی آبادی بہت زیادہ نہیں ہے۔

کوہ ہندوکش کے جنوب میں، بہت سے ایسے دریا بہتے ہیں جن کی لائی ہوئی مٹی کے باعث زمین زرخیز ہو جاتی ہے۔ یہ دریاچہرال، سوات اور دردیر سے ہو گزرتے ہیں۔ ان وادیوں کے دیہات میں لوگ باغات لگاتے ہیں اور منافع بخش کاشتکاری کرتے ہیں۔

دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں نے سر زمین پاکستان کو اس کی زرخیز ترین زمینوں کا تحفہ دیا ہے۔ ان علاقوں کا موسم ہر قسم کی کاشتکاری کے لیے موزوں ہے۔ یہی دریا ہمارے شامدار نظام آبیا شی کا مرکزی منبع ہیں اسی وجہ سے ملک کی آبادی کا بڑا حصہ دریائے سندھ کے میدانی علاقوں میں رہتا ہے۔

عالیٰ تناظر میں پاکستان کے محل و قوع کی جغرافیائی اور تزویراتی اہمیت

عالم اسلام میں مرکزی حیثیت:-

اپنے جغرافیائی محل و قوع کے اعتبار سے پاکستان کو عالم اسلام میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان مراکش سے اندرونیشہ تا تک پہلی ہوئے اسلامی برادری کے مکون کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ برادر اسلامی ممالک پاکستان کی اس امتیازی خصوصی حیثیت سے بخوبی واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لیبیا کے نائب صدر عبدالسلام جالود نے اپنے دورہ پاکستان (1978ء) کے دوران یہ کہا تھا کہ پاکستان کو عالم اسلام میں قلب جیسی حیثیت حاصل ہے۔

عالیٰ سیاست میں اہم مقام:-

جس وقت پاکستان معرض وجود میں آیا وہ سری جنگ عظیم کا خاتمه ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔ امریکہ اور روس دو بڑی طاقتیوں کی حیثیت سے سامنے آکر پوری دنیا کے معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ اس دور کو سرد جنگ کا دور کہا جاتا ہے۔ پاکستان کی اس وقت کی حکومتوں نے اس جنگ میں امریکہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان سویت یونین کے خلاف امریکی اتحادیوں کی فرنٹ لائن ریاست بن گیا۔ اور امریکہ کے زیر سرپرستی چلنے والے دفاعی معابر و سیٹو (Seato) اور سینیو (Cento) کا ممبر بن گیا۔ امریکہ سے غیر مشروط و فادراری کی یہ پالیسی صحیح تھی یا غلط اس بحث میں پڑے بغیر یہ بات بہر حال واضح ہے کہ پاکستان کو اپنے ابتدائی دنوں میں یہ عالیٰ اہمیت اپنے جغرافیائی محل و قوع کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

تیسرا دنیاگی قیادت:-

امریکی بلاک سے وفادارانہ وابستگی کی وجہ سے پاکستان کافی عرصے تک تیسرا دنیا اور غیر جانبدار ممالک میں عزت کا وہ مقام حاصل نہیں کر سکا۔ جس کا یہ مستحق تھا، ہم جب سے پاکستان نے غیر جانبداری کی پالیسی پر عمل کرنا شروع کیا پاکستان کو تیسرا دنیا میں احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا ہے۔ 1979ء میں اس وقت کے صدر پاکستان کو ہوان میں ہونے والی غیر جانبدار کانفرنس میں اور پھر 1980ء میں اقوام متحدہ میں عالم اسلام کی نمائندگی کے لیے منتخب کیا گیا۔ یہ پاکستان کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔

توسیع پسندی کے راستے میں رکاوٹ:-

پاکستان نے اپنے محدود وسائل کے باوجود افغانستان میں روئی تو سیع پسندی کے خلاف نہایت مضبوط موقف اختیار کیا۔ افغانستان پر روئی قبضے کے بعد پوری دنیا کو اس امر کا احساس ہو گیا تھا کہ پاکستان، ہی ایک ایسا ملک ہے جو روس کا راستہ روک سکتا ہے۔ پاکستان کی شاندار مزاجمت سویت یونین کی سپرپاور کی تباہی کا باعث بن گئی۔

جغرافیائی اہمیت:-

پاکستان جغرافیائی لحاظ سے دنیا کے نہایت اہم اور مرکزی خطے میں آباد ہے۔ پاکستان سے ریل اور سڑک کے راستے میں مشرق بعید کے ممالک سے ایران، ترکی اور یورپی ممالک تک کا سفر کیا جاسکتا ہے۔ کراچی کے ہوائی اور بحری اڈے یورپ اور ایشیا کے درمیانی فضائی اور سمندری رابطے کا نہایت اہم ذریعہ ہیں، پاکستان کے پاس گرم پانی کی ایسی بندروں میں موجود ہیں جن میں سارے سال جہاز رانی ممکن ہے۔

افغانستان اور وسطی ایشیا کی خشکی میں گھری ہوئی ریاستوں کے لیے راہداری:-

جب پاکستان قائم ہوا تو پاکستان کے شمال میں سویت یونین کی عظیم عالمی طاقت اپنے عروج کے دور سے گزر رہی تھی۔ سویت یونین رقبے کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی ریاست تھی۔ اگرچہ پاکستان کی کوئی سرحد سویت یونین سے متصل نہیں ہے لیکن پاکستان کو سویت یونین کی ریاست سے تاجیکستان سے جدا کرنے والی افغانستان کے علاقے و اخان کی پٹی اتنی نگہ ہے کہ سویت یونین کو آسانی سے پاکستان کا ہمسایہ کہا جاسکتا ہے۔ اپنے نگ ترین مقام پر اس پٹی کی چوڑائی 20 کلومیٹر ہے۔ 1989ء میں افغانوں کی مسلح جدوجہد کے نتیجے میں روس افغانستان سے نکل گیا بعد ازاں 1991ء میں بعض داخلی عوامل کی وجہ سے سویت یونین اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور اس میں شامل ریاستیں آزاد ہو گئیں۔ ان میں سب سے اہم ریاست روس ہے۔ بہت سی مسلم ریاستیں بھی سویت یونین میں شامل تھیں جو اب آزاد ہو چکی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ تاجیکستان، ازبکستان، ترکمانستان، قازقستان اور کرغیزستان۔ ان سب ریاستوں کو بحیثیت مجموعی و سطی ایشیائی مسلم ریاستیں کہا جاتا ہے۔ افغان عوام اور وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں کے ساتھ پاکستان کے دوستانہ تعلقات قائم ہیں اور ان تعلقات کی سب سے بڑی وجہ اسلامی اخوت کا وہ رشتہ ہے جو ان کے درمیان سب سے بڑی اور مشترک قدر ہے۔ افغانستان اور وسطی ایشیا کی اکثر ریاستیں خشکی میں گھری ہوئی ہیں۔ یعنی ان کے علاقے کے ساتھ سمندر کا اتصال نہیں ہے۔ سابقہ سویت یونین کے جو علاقے سمندر کے کنارے واقع ہیں ان کا الیہ یہ ہے کہ ان میں شدید سردی پڑتی ہے جس کی وجہ سے سمندر کا پانی سارا سال منجمد رہتا ہے۔ لہذا اس میں جہاز رانی ممکن نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو سال میں صرف چند ماہ۔ سمندری ٹرانسپورٹ چونکہ سامان کی آمد و رفت کا سب سے ستا طریقہ ہے۔ لہذا آج کی دنیا میں کوئی ملک سمندری تجارت کے بغیر اپنی میعادت کا توازن قائم نہیں رکھ سکتا۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے گرم پانی کے ایسے سمندروں سے نوازا ہے جن میں سارے سال جہاز رانی ممکن ہے۔ پاکستان کے پاس دو اعلیٰ درجے کی بندروں ہیں کراچی اور پورٹ قاسم موجود ہیں نیز دوسری بندروں ہوں، کیئی بندروں اور گواہ کی تعمیر کا منصوبہ بھی کمل ہو چکا ہے۔

پاکستان ابتداء ہی سے افغانستان اور سویت یونین کو راہداری کی سہولتیں فراہم کرتا رہا ہے۔ یعنی ان ممالک کو جانے والا سامان بحری جہازوں کے ذریعے پاکستان کی بندروں پر اترتا ہے اور زمینی ٹرانسپورٹ کے ذریعے افغانستان اور وسطی ایشیا کی ریاستوں نیز روس وغیرہ تک پہنچا جاتا ہے۔ اس سہولت کو مزید بہتر بنانے کے لیے گذشتہ صدی کے آخری عشرے میں موڑویز کا ایک منصوبہ شروع کیا گیا تھا جس کے آٹھ میں سے چھ سیکشن کمل ہو چکے ہیں۔

سیاحوں کی دلچسپی کے مقامات

سیاحت کے تین بڑے مقاصد ہوتے ہیں۔

-1 تحقیق

-2 معلومات میں اضافہ اور حصول علم

-3 تفریح

پاکستان میں سیاحوں کی ان تینوں ضروریات کی تسلیم کے وافر موقع موجود ہیں۔ پاکستان میں سیاحوں کی دلچسپی کے مقامات کو بھی ہم تین اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

-1 آثار قدیمہ

-2 تاریخی عمارتیں

-3 صحت افزاء اور قابل دید مقامات

جہاں ایک طرف ہمارے آثار قدیمہ اور ہماری تاریخی، عمارت طالبان علم اور صاحب اعلیٰ اور منفرد حیثیت کی حامل ہیں وہیں دوسری طرف ہمارے صحت افزاء اور قابل دید مقامات کا شمار بھی دنیا کے حسین ترین تفریحی مقامات میں ہوتا ہے۔ آثار قدیمہ اور تاریخی عمارت کا جائزہ ہم باب 6 میں لیں گے۔ یہاں ہم صرف صحت افزاء اور قابل دید مقامات کا مختصر سائز کریں گے۔

پاکستان کے شمالی پہاڑی سطح سمندر سے اپنی بلندی کے باعث سردی کے موسم میں برف کی چادر اوڑھ لیتے ہیں۔ شدید سردی کے باعث نومبر سے فروری تک ان علاقوں میں زندگی کا ہنگامہ سرد پڑ جاتا ہے۔ بعض علاقوں سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں اپنے مویشیوں کو لے کر میدانی علاقوں کا رخ کرتے ہیں۔ لیکن موسم بہار کے آتے ہی زندگی کی رونقیں واپس لوٹنا شروع ہو جاتی ہیں۔ نہ صرف ان علاقوں کے باسی اپنے گھروں کو واپس لوٹ آتے ہیں بلکہ جوں جوں گرمی میں اضافہ ہوتا ہے اندر ہوں ملک اور بیرون ملک سے لاکھوں سیاح ان علاقوں کے بے مثال تدریتی حسن اور سحر انگیز موسم سے لطف اندازو ہونے کے لیے ان کی طرف کچھ چلے آتے ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ اور پنجاب میں واقع کثر پہاڑی مقامات سطح سمندر سے 6 ہزار سے 8 ہزار تک بلند ہیں اس لیے موسم گرمائیں ان کی آب و ہوا بہت خوشگوار ہوتی ہے۔

صوبہ پنجاب کے تفریحی مقامات مری اور پتیاں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ مری سے سانچھ ستر کلو میٹر کے اندر اندر مزید بلندی کی طرف بڑھتے ہوئے صوبہ خیبر پختونخواہ کی حدود میں واقع پہاڑی اسٹیشن ایوبیہ، خانس پور اور نتحیا گلی واقع ہے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں واقع وادی کاغان اور وادی سوات کا شمار دنیا کی حسین ترین وادیوں میں ہوتا ہے۔ وادی کاغان کی انتہائی بلندی پر واقع جھیل سیف الملوك تک پہنچانا دنیا بھر کے سیاحوں کے لیے ایک حسین خواب کا درجہ رکھتا

ہے۔ شوگران اور سری پاپیہ بھی اسی کے گرد نواح میں واقع ہے۔ سید و شریف، مرغزار، بحرین اور کalam وادی سوات میں سیاحوں کی دلچسپی کے اہم ترین مرکز ہیں۔ مالم جبہ اور میاں دم نسبتاً نئے سیاحتی مرکز کی حیثیت سے تیزی سے اپنا مقام بنارہے ہیں۔

جو سیاح تاریخ سے تھوڑی سی واقعیت رکھتا ہو گا وہ پاکستان کے تاریخی راستوں سے گزرتے ہوئے یہ محسوس کرے گا کہ وقت اسے ماضی کی دھنہ میں لپٹے ہوئے اجنبی زمانوں میں لے گیا ہے۔ افغانستان سے طور ختم کے راستے پاکستان میں داخل ہو کر لہراتی بل کھاتی خشک پہاڑی گزرا گا ہوں سے گزر کر درہ خیر کے راستے پشاور میں داخل ہونے والی شاہراہ فتحیں اور تجارتی قافلوں کا تدبیح ترین راستہ ہے۔ آریہ میتھیں، یار تھیں، یونانی ییکٹرین، کشان، ہن، ترک، منگول اور پھر مغل انہی راستوں سے چل کر جوبی ایشیائی سر زمین پر آئے۔

کے پی کے کا صدر مقام پشاور ایک قدیم شہر ہے جو قلعہ بالا حصہ، تانبے کے متقدش برتوں، کڑھائی اور شیشیوں سے مزین واسہ کٹوں، چپل اور چپلی کباب کی اشتماء انگیز خوشبو سے بھرے بازاروں کے لیے مشہور ہے، ان بازاروں میں قصہ خوانی بازار کو ایک افسانوی حیثیت حاصل ہے۔

یونانی فاتح سکندر اعظم نے اس مقام سے ذرایعی کی طرف ایک مقام پر دریائے سندھ کو عبور کیا تھا جہاں اب ائمک کا پل ہے۔ پشاور سے پاکستان کے جدید دارالحکومت اسلام آباد کی طرف بڑھتے ہوئے اسلام آباد سے سولے کلومیٹر پہلے ٹیکسلا کے کھنڈرات ہیں جو بدھ مت کے عظیم حکمران اشوک کے شاندار دورِ حکومت کے یادگاروں کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

کے پی کے صوبے کا صدر مقام پشاور اپنی قدامت اور تاریخی روایات کے باعث محققین کے لیے دلچسپی کا باعث ہے۔ پنجاب میں بھی حیثیت لاہور، ملتان، بہاولپور اور قصور جیسے شہروں اور بھیڑ (ضلع سرگودھا) جیسے تاریخی قصبات کو حاصل ہے۔

صلع خوشاب میں وادی سون کا شہر سکیسر ایک صحت افزاء مقام کی حیثیت رکھتا ہے اور موڑوے کی تعمیر کے بعد موروں کی وادی گلر کھاڑ میں بھی سیاحوں کی دلچسپی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

چونکہ صوبہ سندھ کے ساحلی علاقے کی آب و ہوا سردی اور گرمی دونوں موسموں میں معتدل رہتی ہے۔ اس لیے کراچی میں سیاحت کی غرض سے آنے والے زیادہ تر موسم سرما کا انتخاب کرتے ہیں۔ کلفٹن اور ہاکس نہایت ترقی یافتہ اور خوش منظر ساحلی تفریح گاہیں ہیں۔ ساحل کے قریب ہی منورہ کا خوبصورت جزیرہ مرکز نگاہ ہے۔ اندر وین سندھ مخچر اور ہائیجی جھلیں، بہت پر فضامقات ہیں۔

صوبہ بلوچستان کا سب سے اہم صحت افزاء مقام زیارت ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں بانی پاکستان قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے، کوئٹہ کے قریب حنہ جھیل اور بہت سے دیگر چھوٹے چھوٹے تفریجی مقامات ہیں۔

شمال میں قراقروم کے سلسلہ کوہ میں کے ٹو دفعہ ہے جو دنیا کی بلند ترین چوٹی ہے لیکن کوہ بیباو کے لیے اس کو سر کرنا ایورست سے بھی زیادہ مشکل اور حوصلہ طلب ہے۔

چترال کی سر زمین میں تین وادیاں ہیں، بمبوریت، رمبور اور بیریر، ان وادیوں کے مکین کالاش اور کافر کھلاتے ہیں۔ وادی ہنزہ اپنے حسین مناظر کے ساتھ خوبصورت اور صحت مند لوگوں کی وجہ سے بھی سیاحوں کے لیے ایک خواب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہنزہ میں اوسط انسانی عمر دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے۔ اس علاقے میں تعمیر کی گئی شاہراہ قراقرم جو قدیم زمانے میں ریشم کی تجارت کرنے والے سیاحوں کے قافلوں کی وجہ سے شاہراہ ریشم کھلاتی تھی، پاکستان کو عوامی جمہوریہ چین سے ملاتی ہے اور دنیا کی بلند ترین شاہراہ ہے۔

لاہور دیارِ مشرق کا قلب ہے اس شہر کے تہذیبی اور روحانی کمالات کی کوئی حد نہیں۔ عظیم صوفی بزرگ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور کو ”شہروں کا قطب“ کہا تھا۔ لاہور میں مغل عہد کی یادگاریں باہشاہی مسجد، شاہی قلعہ، شالamar باغ، جہاگنگیر اور نور جہان مقبرے پر ہیں۔ برطانوی عہد کی یادگار لاہور کی خوبصورت مرکزی سڑک دی ماں ہے جسے اب شاہراہ قائدِ اعظم کا نام دیا گیا ہے۔ اس شاہراہ پر گرجوں کی پرشکوہ خوبصورت عمارت، گور نمنٹ کالج اور بخاوب یونیورسٹی کی قدیم عمارتیں ہیں، شاہراہ قائدِ اعظم پر ہی لاہور کے تاریخی عجائب گھر کی عمارت ہے اور اس کے سامنے زمزمه توپ نصب ہے جس کو مشہور انگریزی ادیب کپنگ نے ایک افسانوی حیثیت دے دی ہے۔

سرسبز پنجاب اور ہر ہڑپ پھر صحرائی پنجاب اور مدینہ الاولیاء ملتان، سکھوں میں گھرے ہوئے بہاولپور اور شاہراہ پاکستان سے کسی قدر فاصلے پر واقع موہن جودڑو سے گزرتے ہوئے جب ہم جنوب کی ساحلی شہر کراچی پہنچتے ہیں تو پاکستان کی ثقافت کا ایک نیارخ سامنے آتا ہے۔ کراچی بین الاقوامی ثقافت کا شہر ہے۔ سیاح کراچی کے ساحلوں پر اوٹوں کی سواری کا لطف اٹھاتے ہیں اور بے کراں سمندر کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ کراچی سے صوبہ سندھ کے دوسرے تہذیبی مرکز ٹھٹھہ اور بھنپھور بھی زیادہ دور نہیں ہیں۔ مارگلہ کی پہاڑیوں کے دامن میں واقع پاکستان کا جدید ترین دارالحکومت اسلام آباد اپنی فیصل مسجد، درسگاہوں، حکومت کے ایوانوں اور خوبصورت تفریحی مرکز کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔

پاکستان کی سر زمین تدریتی حسن کی دولت سے مالا مال ہے۔ لیکن وسائل کی کمی کے باعث ابھی تک پاکستان کے سیاحتی مقامات کو عالمی معیار کے مطابق ترقی نہیں دی جاسکی۔ سیاحتی اور تفریحی مقامات پر عالمی معیار کی سہولتیں مہیا کر کے ہم نہ صرف قیمتی زر مبادلہ کما سکتے ہیں بلکہ عالمی برادری میں پاکستان کو ایک شاندار تہذیبی سرمائے کے حامل خوبصورت اور امن پسند ملک کی حیثیت سے پیش کر سکتے ہیں۔

نقشہ بنی

نقشہ زمین کے کسی حصے کی ایسی تصویر کو کہتے ہیں جو اس کی بعض مخصوص خصوصیات کو ظاہر کرنے کے لیے بنائی گئی ہو۔ نقشہ خشکی اور سمندر دنوں کو ظاہر کرنے کے لیے بنایا جاسکتا ہے۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نقشہ فوٹو گراف نہیں ہوتا بلکہ خاکہ ہوتا ہے جو لائنوں اور علامات کے ذریعے اپنا مدد عطا ہر کرتا ہے۔ نقشوں کی تین اہم اقسام ہیں:

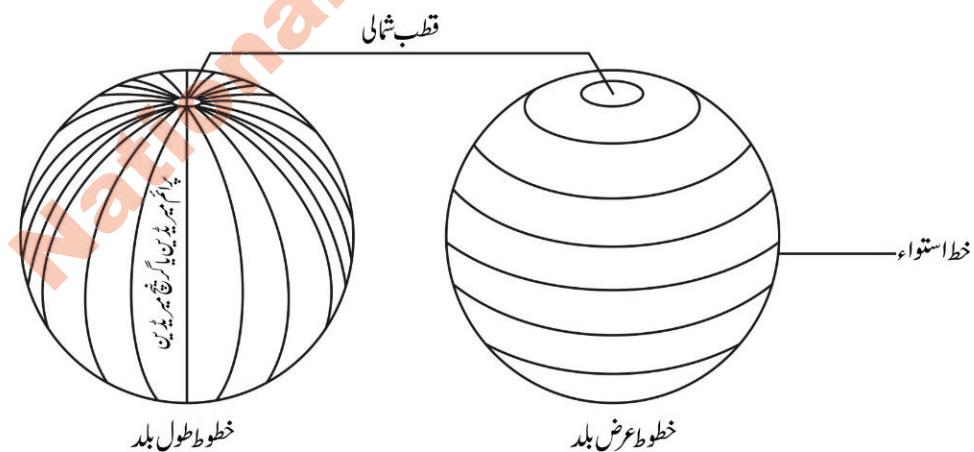
1۔ سیاسی اور انتظامی نقشہ براعظموں، ملکوں، اصلاح اور شہروں کی حدود کو ظاہر کرتے ہیں۔

2۔ طبی نقشہ جو پہاڑوں، دریاؤں، صحرائوں، وادیوں اور میدانوں وغیرہ کو ظاہر کرتے ہیں۔

3۔ سطح ناقشے: ریلیف میپ یا سطحی نمائشوں میں مختلف رنگوں سے سطح زمین (پہاڑوں اور میدانوں وغیرہ) کی سطح سمندر سے بلندی کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ جب آپ ایک نقشے کو سامنے رکھیں گے تو عموماً اس کی اوپر والی سمت میں شمال نیچے کی جانب جنوب آپ کے ہائیں ہاتھ مغرب اور دائیں ہاتھ مشرق ہو گا۔

خطوط طول بلد اور عرض بلد:-

کرہ ارض کے دور (گول) ماذل کو گلوب کہتے ہیں۔ دنیا چونکہ گول ہے اس لیے اس کا کوئی بھی نقشہ جو ہمارا کاغذ پر بنایا جائے گا اس کی صحیح صورت حال کو واضح نہیں کرے گا۔ کرہ ارض بہت بڑا وسیع ہے اس لیے اس پر کسی مقام کی نشان دہی بہت مشکل کام ہے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے جغرافیہ دانوں نے کرہ ارض پر کچھ فرضی خطوط قائم کیے ہیں۔ ان میں سے کچھ خطوط اوپر سے نیچے یعنی شمال سے جنوب کی طرف اس طرح آتے ہیں جیسے خربوزے پر پڑی ہوئی لکیریں، دیکھیے، شکل نمبر 1، ان کو خطوط طول بلد کہا جاتا ہے۔ چونکہ ایک مکمل دائرے میں 360 درجے ہوتے ہیں اس لیے خطوط طول بلد کی تعداد بھی 360 مقرر کی گئی ہے۔ ان میں سے کسی خط کا درجہ صفر فرض کرنا ضروری تھا تاکہ دوسرے خطوط کو اس کی نسبت سے درجے دیئے جاسکیں۔ 1884ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس خط کو Prime Meridian کا نام دیا جائے اور یہ فرض کیا جائے کہ یہ خط برطانیہ کے شہر گرینچ (Greenwich) سے گزرتا ہے۔ اس خط کے مغرب میں واقع خطوط کو W سے اور مشرق میں واقع خطوط کو E سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ گرینچ سے عین 180 درجے مخالف سمت میں قائم کئے گئے فرضی خط کو International Date Line IDL یا IDL کہا جاتا ہے۔ یہ نہ مشرق ہے نہ مغرب۔ جب ہم مغرب سے آکر IDL کو عبور کرتے ہیں تو تاریخ ایک دن آگے بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم مشرق سے مغرب کی طرف IDL کو عبور کرتے ہیں تو تاریخ ایک دن پیچے چلی جاتی ہے۔

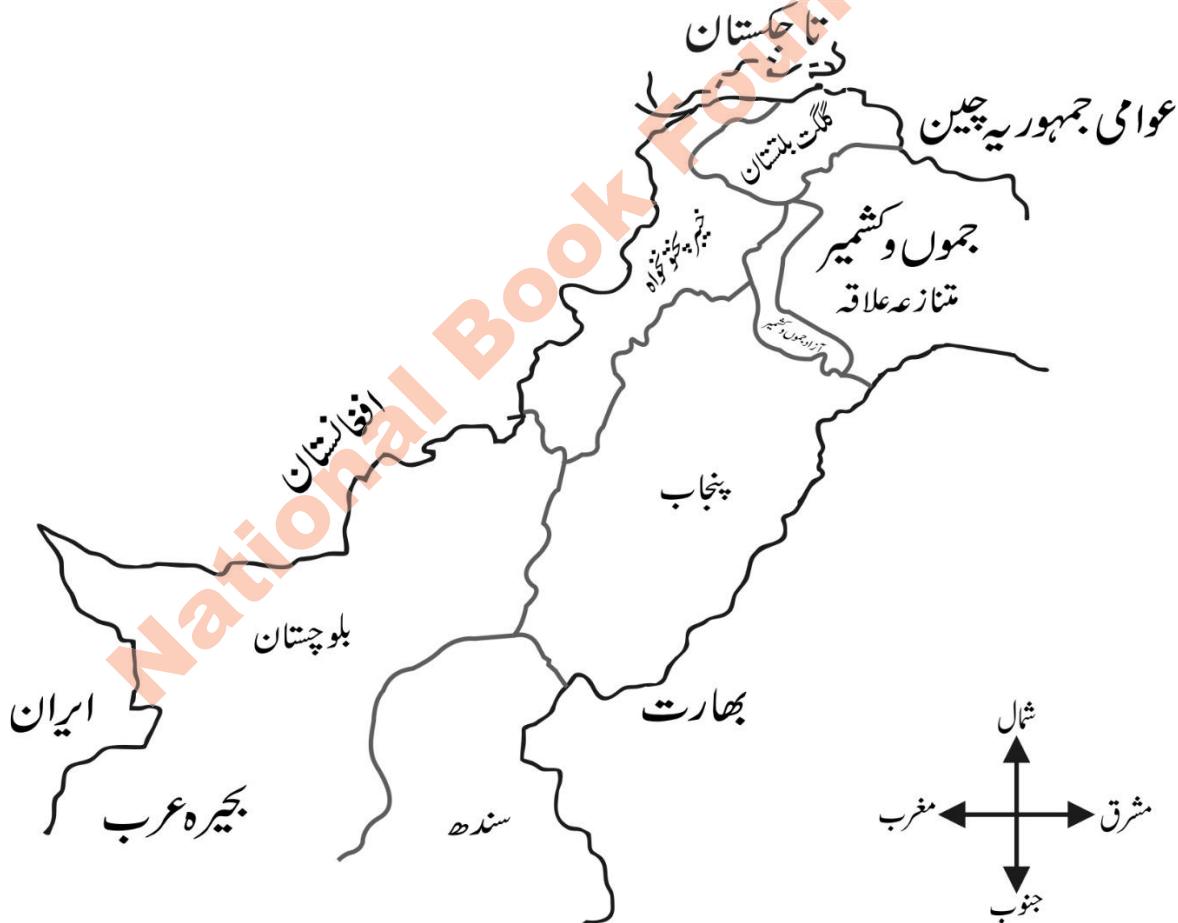


خطوط طول بلد کے مخالف سمت میں کرہ ارض کے عین وسط میں ایک خط فرض کیا گیا ہے جس کو خط استواء Equator کہتے ہیں۔ خط استواء سے زمین کے بالائی نقطے تک کے علاقے کو شمالی نصف کرہ اور خط استواء سے زمین کے زیریں نقطے تک کے علاقے کو جنوبی نصف کرہ کہا جاتا ہے۔ ہر نصف کرہے

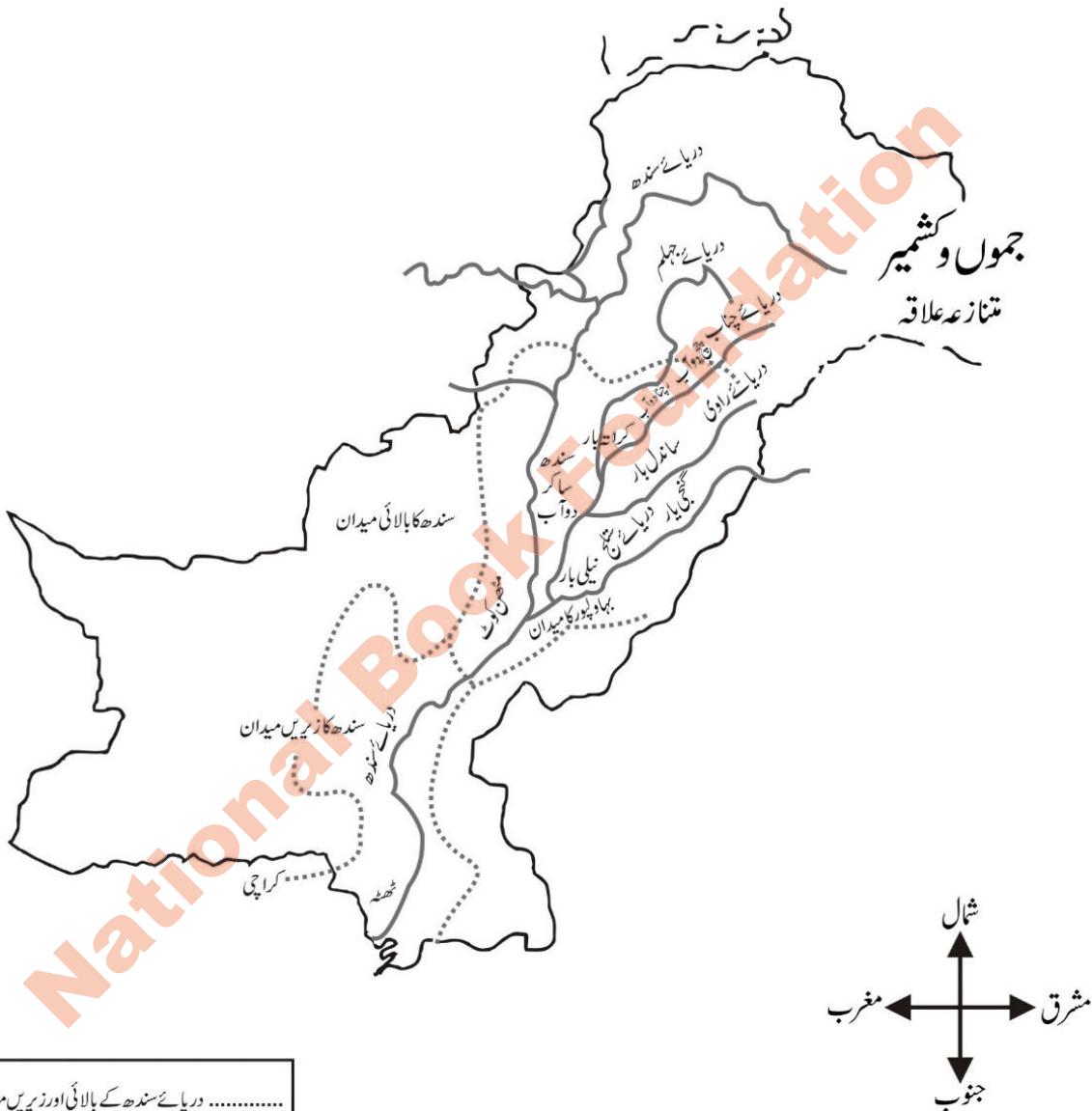
میں نوے نوے خطوط فرض کئے گئے ہیں جنوبی خطوط کو S سے اور شمالی خطوط کو N سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ قطب شمالی 90°N درجہ ہے اور قطب جنوبی کا -90°S ہے۔

ان فرضی خطوط سے بننے والے خانوں کو جال یا Grids کہا جاتا ہے جب ہم کہہ ارض پر کسی مقام کا تعین کرنا چاہتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ وہ مقام اتنے درجے طول بلد اور اتنے درجے عرض بلد کے درمیان واقع ہے مثلاً پاکستان کا مکمل وقوع بیان کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ پاکستان 24 سے 36 شمالی عرض بلد اور 61 اور 75 مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔

پاکستان کے ہمسایہ ممالک اور پاکستان کی صوبائی تقسیم

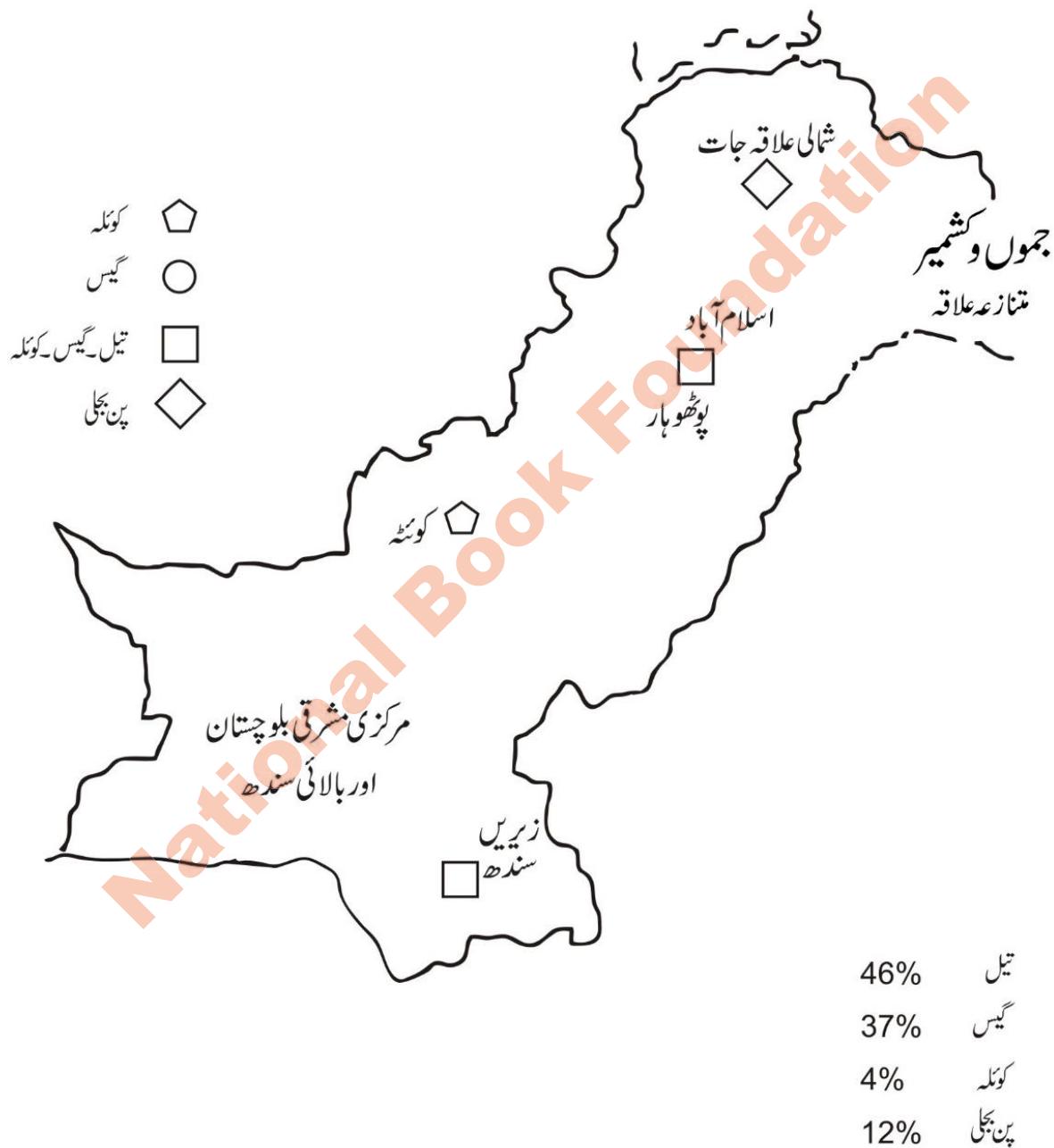


پاکستان کے دریا اور سندھ کا بالائی زیریں میدان

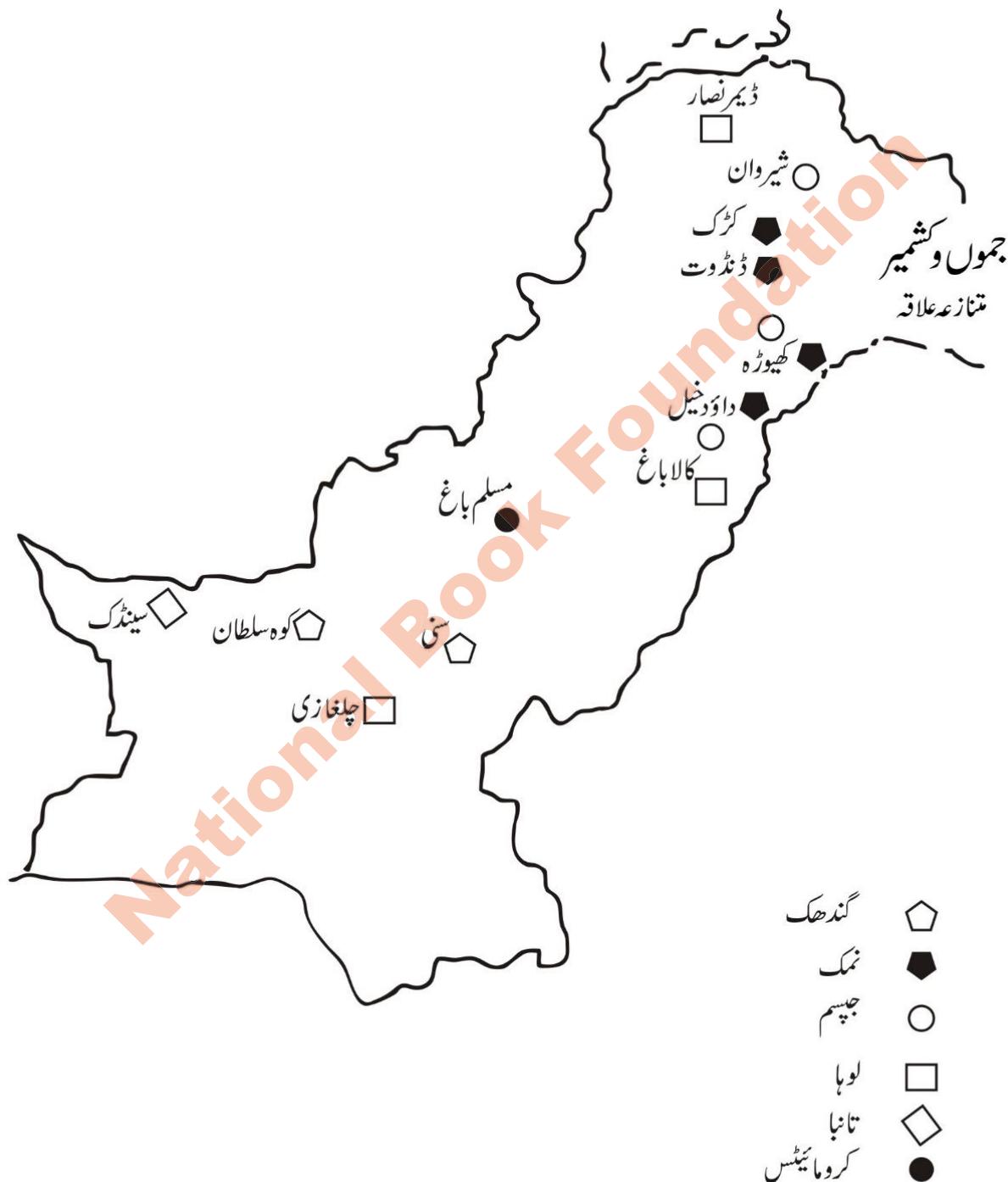


..... دریائے سندھ کے بالائی اور زیریں میدانوں کی حدود
— بین الاقوامی حد —

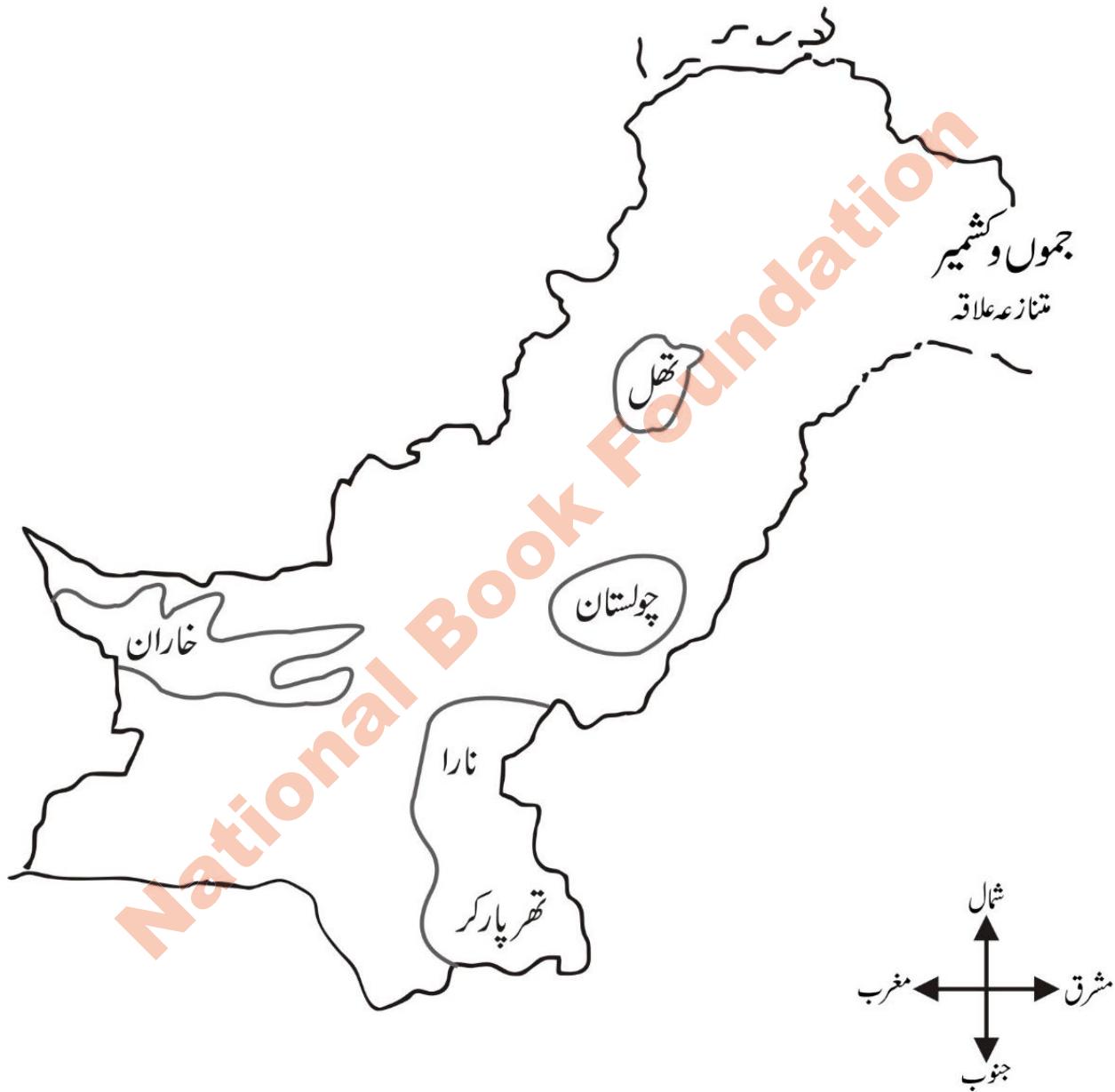
توانائی کے ذرائع



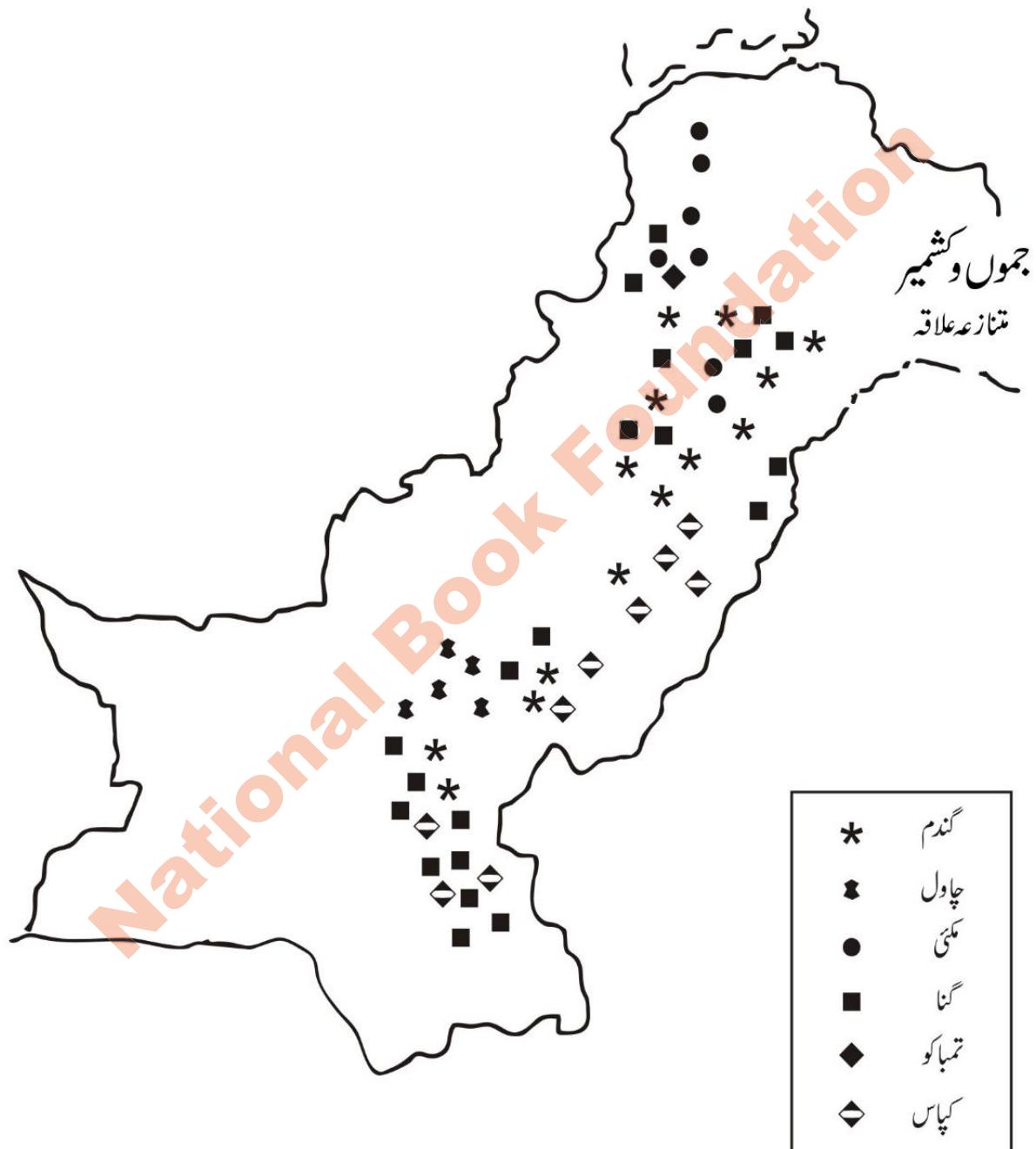
معدنیات



صحراوی علاقہ جات



زرگی پیداوار



مشق



- 1- خالی جگہ ایسے الفاظ سے پُر کیجیے کہ بیان با معنی ہو جائے۔
- 1 عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ پاکستان کی کلو میٹر لبی سرحد ملتی ہے۔
 - 2 تاجکستان کو پاکستان سے افغانستان کے علاقے کی ایک تنگ سی پٹی جدا کرتی ہے۔
 - 3 ملگت اور بلتنستان کی سرحدیں ہمسایہ ملک سے ملتی ہیں۔
 - 4 سرد جنگ کے دور میں پاکستان نے عالمی طاقت کا ساتھ دیا۔
 - 5 بھیرہ و کاتاریخی قصبه ضلع میں واقع ہے۔
 - 6 نیکسلا کے کھنڈرات بدھ مت کے عظیم حکمران کی یاد گار ہیں۔
 - 7 اسلام آباد کی پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے۔
 - 8 فرضی خط Prime Meridian برطانیہ کے شہر سے گزرتا ہے۔
 - 9 ایک مکمل دائرة میں درجات ہوتے ہیں۔
 - 10 کرہ ارض کے مدور ماؤں کو کہتے ہیں۔
- 2- ہر سوال کے آگے تو سین میں دیئے گئے تین جوابات میں سے مناسب ترین جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے۔
- 1 بھارت اور پاکستان کی مشترکہ سرحد کی لمبائی (2100,909,2612) کلو میٹر ہے۔
 - 2 پاکستان کا تقریباً فی صد علاقہ میدانی ہے۔ (60 نیصد، 40 نیصد، 90 نیصد)
 - 3 پاکستان کے ساحلی علاقوں میں بارش کی سالانہ اوسط ملی میٹر ہے۔ (100,275,175)
 - 4 صوبہ بلوچستان پاکستان کے فیصد رقبے پر محیط ہے۔ (80 نیصد، 40 نیصد، 44 نیصد)
 - 5 قلعہ بالاحصار صوبہ میں واقع ہے۔ (خیبر پختونخواہ، سندھ، پنجاب)
 - 6 مدینتہ اولیاء کو کہا گیا ہے۔ (ملتان، اوکاڑہ، راولپنڈی)
 - 7 بلوچستان کے صحت افزاء مقامات میں کومرزی حیثیت حاصل ہے۔ (مری، سوات، زیارت)
 - 8 میں روس کی عالمی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ (1989، 1979، 2001)
 - 9 پاکستان کی سرحدیں چین کے مسلم اکثریتی صوبہ سے ملتی ہے۔ (اترپریش، ہانگ کانگ، سنیانگ)
- 3- ص (صحیح) یا غ (غلط) کے اوپر دائرة لگا کر درست جواب کی نہاد ہی کیجیے۔
- 1 پاکستان کی سب سے لمبی سرحد بھارت سے ملتی ہے۔
 - 2 پاکستان میں صرف ایک سطح مرتفع ہے جس کا نام سطح مرتفع بلوچستان ہے۔
 - 3 دریائے سندھ کے زیریں میدان میں نیم بھری کا اثر 80 کلو میٹر تک محسوس کیا جاسکتا ہے۔
 - 4 سبی اور جیکب آباد کاشمداد نیا کے اعلیٰ ترین صحت افزاء مقامات میں ہوتا ہے۔
 - 5 پنجاب رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب بڑا صوبہ ہے۔

- | | | |
|----------------------------|--|--|
| <p>غ ص غ ص غ ص غ ص غ ص</p> | <p>پنجاب میں فی کس سالانہ آمدی کے پی کے سے دو گناہے۔
IDL نہ مشرق نہ مغرب۔
جب ہم IDL کو مشرق سے مغرب کی طرف عبور کرتے ہیں تو تاریخ ایک دن یچھے چل جاتی ہے۔
کرہ زمین پر خربوزے کی لکیروں کی شکل میں قائم کئے گئے فرضی خطوط کو خطوط طول بلند کہا جاتا ہے۔
سطح نمائش کو ریلیف میپ بھی کہا جاتا ہے۔</p> | <p>-6
-7
-8
-9
-10</p> |
|----------------------------|--|--|
4. کالم الف کے اندر ارجات کو کالم ب سے لائے کے ذریعے اس طرح ملائیے کہ دونوں کا تعلق واضح ہو جائے۔
- | | |
|-------------------------|------------------------------|
| <p>کالم ب</p> | <p>کالم الف</p> |
| <p>ہوانا 1979ء</p> | <p>د فاعلی معاہدہ</p> |
| <p>CENTO</p> | <p>غیر جانبدار کا انفرنس</p> |
| <p>اقوم متحدہ 1980ء</p> | <p>روس اور سلطی ایشیا</p> |
| <p>20 کلومیٹر</p> | <p>و اخان</p> |
| <p>گرم پانی</p> | <p>صدر پاکستان</p> |
5. ہر سوال کا جواب دو سے پانچ سطروں میں لکھیے۔
- | | |
|--|---|
| <p>1. طول بلدا اور عرض بلدا کے اعتبار سے پاکستان کی و سعت نیز رقبہ تحریر کیجیے۔
2. پاکستان کے حدود اربعہ تحریر کیجیے (یعنی بتائیے کہ پاکستان کے کس کس طرف کونے ممالک واقع ہیں اور ان سے پاکستان کی مفترکہ سرحد کی لمبائی کتنی ہے)
3. شمال مغربی اور مغربی سلسلے کے پہاڑوں کے نام لکھیے۔
4. پاکستان کے موسموں پر نوٹ لکھیے۔
5. بری آب و ہوا کے پہاڑی علاقوں پر نوٹ لکھیے۔
6. پاکستان کے مختلف خطوطوں میں آبادی کا تقاضہ بیان کیجیے۔
7. صنعتی ترقی کے اعتبار سے پاکستان کے مختلف علاقوں میں پائے جانے والے عدم توازن پر نوٹ لکھیے۔
8. عالم اسلام میں پاکستان کی مرکزی حیثیت مختصر آبیان کیجیے۔
9. سیاحت کے تین بڑے مقاصد بیان کیجیے۔
10. سیاحوں کی دلچسپی کے مقامات کو کن عنوانات کے تحت مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔
11. کے پی کے اور پنجاب کے اہم تفریقی (پہاڑی) مقامات کا تنزکرہ کیجیے۔
12. سیاحت کے نقطہ نظر سے پشاور کیوں اہم ہے؟</p> | <p>1. مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔
2. درجہ حرارت کے لحاظ سے ارض پاکستان کی تقسیم پر نوٹ لکھیے۔
3. ”غیر متوازن اقتصادی ترقی اور علاقائی عدم توازن“ پر مضمون لکھیے۔
4. انسانی زندگی پر موسموں کے اثرات بیان کیجیے۔
5. عالمی تناظر میں پاکستان کے محل و قوع کی جغرافیائی اور تزویری اتنی اہمیت بیان کیجیے۔</p> |
|--|---|



اسلامی جمہوریہ کے قیام کی

طرف پیش قدمی



پس منظر:-

قیام پاکستان کے بعد 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو معمولی ترمیمات کے ساتھ ملک کے عبوری دستور کی حیثیت سے نافذ کر دیا گیا۔ لیکن یہ انتظام محض عارضی تھا اور اس بات کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ کم سے کم مدت میں ملک کے لیے ایک مستقل دستور بنایا جائے۔ چونکہ مسلم لیگ نے پاکستان کی جنگ لا اللہ الا اللہ کے نعرے پر لڑی تھی۔ اس لیے اس بات میں شبہ کی کوئی گنجائش نہ تھی کہ پاکستان کے عوام اپنے ملک کے لیے اسلامی دستور چاہتے تھے۔ لیکن بد قتنی سے دستور ساز اسمبلی میں ایسے لوگ بہت بڑی تعداد میں منتخب ہو کر آگئے تھے۔ جو لادینی نظام کے حامی تھے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار یہ واضح کیا کہ پاکستان کا مستقبل کا آئین قرآن و سنت کی بنیاد پر بناجائے گا۔ علماء نے اسلامی نظام کے حق میں آواز اٹھائی۔ عوام نے علماء کا ساتھ دیا اور اس طرح ملک میں اسلامی نظام کے حق میں ایک بہت بڑی تحریک کھڑی ہو گئی۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت، علماء کی قیادت اور عوام کے جذبہ ایثار نے اسلام دشمن سیاستدانوں کی کوششوں کو ناکام بنادیا۔ نفاذ اسلام کی ملک گیر تحریک سے مجبور ہو کر 12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی نے آئین کے مقاصد کا تعین کرنے کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔ یہ قرارداد منظور کی۔ یہ قرارداد ہے ”12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی نے آئین کے مقاصد کا تعین کرنے کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔ یہ قرارداد مقاصد“ کہا جاتا ہے۔ اس وقت کے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان نے دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کی۔

قرارداد مقاصد کے اہم نکات

قرارداد مقاصد کے اہم نکات کا خلاصہ یہ ہے:

1- اللہ کی حاکیت:-

پوری کائنات کی حاکیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ حاکیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پاکستان کے باشندوں کے پاس حاکیت کا اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مقدس امانت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور وہ اس بات کے پابند ہیں کہ قرآن و سنت کی حدود میں رہتے ہوئے اس اختیار کو بروئے کار لائیں اور ملک میں اسلامی جمہوری نظام قائم کیا جائے گا۔

2- نیابت:-

ریاست کے اپنے اختیارات کو عوام کے نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی اور یہ اختیارات قرآن و سنت کی روشنی میں طے کیے جائیں گے۔

3۔ اسلام کے اجتماعی اصولوں کی پیروی:-

اسلامی تعلیمات کے مطابق جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور اجتماعی انصاف کے اصولوں پر عمل کیا جائے گا۔

4۔ اسلامی زندگی کافروں:-

مسلمانوں کو اس قابل بنائے چاہئے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق بسر کر سکیں تاکہ پاکستان کے قیام کے مقاصد پورے ہو سکیں۔

۵۔ قلیتوں کا تحفظ:-

اقیتوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہوگی۔ نیز وہ اپنے تمدن کی نشوونما اور جائز مفادات کے تحفظ میں بھی آزاد ہوں گی۔ چونکہ یہ اسلام کا بنیادی اصول ہے۔

6۔ بنیادی حقوق کا تحفظ:

شہریوں کو تمام بیناًدی حقوق مثلاً آزادی، مساوات، ملکیت، اظہار رائے، عقیدہ، عبادات اور انجمان سازی وغیرہ کے حقوق کا تحفظ حاصل ہو گا۔ یعنی شہریوں کو ان حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکے گا۔

قرارداد مقاصد کی اہمیت اور اثرات:-

- 1۔ قراردادِ مقاصد میں پہلی بار مملکت پاکستان نے اس بات کا سرکاری طور پر اعتراف کیا کہ اس کا مقصد اسلامی نظام حکومت کا قیام ہے۔
 - 2۔ قراردادِ مقاصد کی شکل میں نظریہ پاکستان کو پہلی بار سرکاری طور پر پاکستان میں آئین سازی کی بنیاد کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔
 - 3۔ یہ قرارداد قومی اتفاق رائے کا مظہر تھی کیونکہ اسے تمام مکاتیب فکر کے علماء کی تائید حاصل تھی۔
 - 4۔ قراردادِ مقاصد کو بعد میں بننے والے تمام دساتیر کے آغاز میں افتتاحیہ کی حیثیت سے شامل کیا گیا۔
 - 5۔ افتتاحیہ آئین کا قابل نفاذ حصہ نہیں ہوتا۔ اس کی حیثیت مخفی مملکت کی اخلاقی ذمہ داری کی ہوتی ہے۔ اس کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے آٹھویں ترمیم کے تحت قراردادِ مقاصد کو آئین کا باضابطہ حصہ بناؤ یا گیا۔

1956ء کے آئین کی اسلامی دفعات

الله تعالیٰ کی حاکمیت:-

آئین کا افتتاحیہ قرارداد مقاصد کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ افتتاحیہ میں کہا گیا ہے کہ پوری کائنات کی حاکیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ حاکیت میں کوئی اللہ کا شریک نہیں۔ پاکستان کے عوام اللہ کی مقررہ کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے حاکیت کے اختیار کا استعمال ایک مقدس امانت کے طور پر کریں گے۔

۲۔ مملکت کا نام:-

1956ء کے دستور کے تحت پہلی بار مملکت کے لیے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نام اختیار کیا گیا۔

3۔ مسلمان سربراہ مملکت:-

دستور میں سربراہ ملکت یعنی صدر کے لیے مسلمان ہونا ضروری فرار دیکھا تھا۔ تاہم وزیر اعظم کے لیے مسلمان ہونے کی شرط نہیں رکھی گئی تھی۔

4- جمیوریت، انصاف، آزادی، مساوات:-

1956ء کے آئین کے افتتاحیہ میں کہا گیا ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے مطابق پاکستان ایک جمہوری مملکت ہو گا جس میں معاشرتی انصاف، آزادی اور مساوات کے اسلامی اصولوں کے مطابق نظام قائم کیا جائے گا۔ افتتاحیہ میں مزید کہا گیا ہے کہ پاکستان کے عوام کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال سکیں۔

5۔ اسلامی قانون کا نفاذ:-

آئین کے آرٹیکل 198 میں کہا گیا ہے کہ ملک میں کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔ جو قوانین رانج ہیں ان کو بتدربن قرآن و سنت کے مطابق ترمیم کر دیا جائے گا۔

6۔ اسلامی اقدار کا تحفظ:-

آئین میں پالیسی کے بہت سے اسلامی اصولوں کے تحفظ اور برائیوں کے خاتمے کی ضمانت دی گئی۔ کہا گیا کہ ناخواندگی ختم کر دی جائے گی۔ مزدوروں کے کام کرنے کے حالات بہتر بنائے جائیں گے سود، عصمت فروشی، جو اور شراب کا خاتمه کیا جائے گا۔ حکومت کی ذمہ داریوں میں یہ بات شامل ہو گی کہ وہ تمام شہریوں کو روشنی، کپڑا، مکان، تعلیم اور طبی سہولتیں فراہم کرے۔

7۔ اسلامی ممالک سے بہتر تعلقات:-

پالیسی کے رہنماء صولوں میں کہا گیا ہے کہ پاکستان اور دیگر ممالک کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے گی۔

1962ء کے آئین کی اسلامی دفعات

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:-

آئین کا افتتاحیہ قرارداد مقاصد کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ افتتاحیہ میں کہا گیا ہے کہ پوری کائنات کی حاکیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ حاکیت میں کوئی اللہ کا شریک نہیں۔ پاکستان کے عوام اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے حاکیت کے اختیارات کا استعمال ایک مقدس امانت کے طور پر کریں گے۔

2۔ مملکت کا نام:-

آئین میں ملکت کو "جمهوریہ پاکستان" ترقی دیا گیا تھا۔ اسلامی کا لفظ حذف کرنے پر ملک میں احتجاج ہوا جس کے نتیجے میں ایک آئینی ترمیم کے ذریعے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کا نام بحال کر دیا گیا۔

3۔ صدر کا مسلمان ہونا:-

غیر مسلم پاکستان کا صدر نہیں بن سکتا تھا۔ 1962ء کا آئین صدارتی نوعیت کا تھا اس لیے آئین میں وزیر اعظم کا عہدہ ہی موجود نہیں تھا تاہم صدر کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا تھا۔ کوئی

4۔ شریعت کی بالادستی:

آئین میں وعدہ کیا گیا کہ قانون سازی کرتے وقت اسلامی شریعت سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ پہلے سے راجح جو قوانین قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہیں ان کو بتدریج تبدیل کر دیا جائے گا۔

5۔ اسلامی معاشرے کا قیام:-

ایسا ماحول پیدا کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا جس میں رہتے ہوئے پاکستان کے عوام اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھال سکیں۔ معاشرتی زندگی کو سود، عصمت فروشی، جو، شراب نوشی اور اسی طرح کی دیگر قباحتوں سے پاک کر کے اسلامی معاشرت کے قیام کے لیے سازگار ماحول پیدا کیا جائے گا۔

6۔ اسلامی اداروں کا تحفظ:-

آئین میں پہ وعدہ کیا گیا کہ زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کے کردار کو زیادہ موثر اور نتیجہ خیر بنانے کے لیے قانون سازی کی جائے گی۔

7۔ ترقی پسند فلاجی معاشرے کا قیام:-

آئین میں کہا گیا کہ اسلامی اصولوں پر مبنی ایک ترقی پسند فلاحی معاشرے کا قیام اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نصب العین ہو گا۔

۸۔ اقلیتوں کا تحفظ:-

آئین میں یہ عزم ظاہر کیا گیا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اسلام کی روح کے عین مطابق مذہبی آزادی اور رواداری کے اصولوں کی نیاد پر اقلیتوں کے حقوق کا مکمل طور پر تحفظ کرے گی۔

۹۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام:-

اسلام کی روشنی میں نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے ”اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ“ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا۔

10۔ اسلامی مشاورتی کو نسل:-

قانون، تعیین اور دینی علوم کے مہرین پر مشتمل ایک اسلامی مشاورتی کو نسل قائم کی گئی۔ جس کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ پہلے سے موجود قوانین کو اسلام کی روح کے مطابق ڈھانے نیز اسلام کی روشنی میں نئی قانون سازی کرنے میں صدر مملکت اور قانون ساز اداروں کی رہنمائی اور معاونت کرے۔

1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات

۱۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:-

آئین کا ابتدائی قرارداد مقصود کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ ہر گاہ کہ کل عالم پر صرف خداۓ تعالیٰ کی حاکمیت اور مطلق اختیار قائم ہے۔ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ اختیار کی حدود کے اندر رہتے ہوئے حاکمیت کے اس اختیار کا استعمال پاکستان کے عوام کے پاس ایک مقدس امانت ہے۔“

قرارداد مقاصد کو آئین کا قابل نفاذ حصہ نہیں بنایا گیا تھا اس لیے اس کی حیثیت مخف مملکت کی اخلاقی ذمہ داری تھی۔ آٹھویں ترمیم کے تحت 1985ء میں پہلی بار یہ قرارداد مقاصد کو آئین کے متن کا حصہ بنادیا گیا۔ گواہ اس قرارداد پر عمل کرنا مملکت کی قانونی ذمہ داری بن گیا ہے۔ لیکن یہ بات ابھی بھی واضح نہیں ہے کہ اگر حکومت اس ذمہ داری سے پہلو تھی کرے تو اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا طریقہ کارکپا ہو گا۔

2- مملکت کا نام:-

دونوں سابقہ دساتیر کی طرح 1973ء کے آئین میں بھی مملکت کا نام ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“، قرار دیا گیا۔

3۔ سرکاری مذہب:-

1973ء کے دستور میں وضاحت سے درج کیا گیا ہے کہ مملکت کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا۔ دونوں سابقہ دستاں تیر میں یہ وضاحت موجود نہیں تھی۔

4۔ صدر اور روز پر اعظم کا مسلمان ہونا:-

1973ء کے آئین کے تحت صدر اور وزیر اعظم دونوں کا مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ 1956ء کے آئین میں صرف صدر کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔ (1962ء کے آئین میں وزیر اعظم کا نامہ موجود نہیں تھا۔ تاہم صدر کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔)

5۔ مسلمان کی تعریف:-

1973ء کے آئینے میں پہلی مرتبہ مسلمان کی واضح طور پر تعریف کی گئی ہے۔ یہ تعریف دستور کے تیسرا گوشے میں صدر اور وزیر اعظم کے حلف کی صورت میں آئینے کا حصہ بنادی گئی ہے۔ اگرچہ اس تعریف کی رو سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والے از خود دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں تاہم اس کی مزید وضاحت اس آئینی ترمیم سے کردی گئی ہے جس کے تحت قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔

6۔ اسلامی معاشرے کا قیام:-

دستور کے ابتدائیہ میں پاکستانی عوام کی اس خواہش کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ وہ جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے ان اصولوں پر مبنی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں جو اسلام نے مقرر کئے ہیں۔ پلیسی کے اصولوں میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے اور انہیں ایسے موقع بھی پہنچائے جائیں گے۔ کہ وہ زندگی کے اسلامی تصور سے آشنا ہو سکیں۔ آئین کے آرٹیکل 227 میں کہا گیا ہے کہ تمام موجودہ قوانین کو طبق شدہ اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے گا اور کوئی ایسا نیا قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہو۔

پالیسی کے اصولوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکومت قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینے کی کوشش کرے گی۔ عربی سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرے گی اور اس بات کا اہتمام کرے گی کہ قرآن مجید کی طباعت اغلاط سے پاک ہو۔

7۔ اسلامی اقدار اور اداروں کا تحفظ:-

پالیسی کے اصولوں میں کہا گیا ہے کہ حکومت زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کو صحیح خطوط پر منظم کرنے کی کوشش کرے گی۔ جہالت کے خاتمے، مزدوروں کے کام کے حالات کو بہتر بنانے، مبتلتوں کو نبینادی ضروریات زندگی کی فراہمی، سود عصمت فروشی اور جوئے پر پابندی لگانا ممکن کی پالیسی کے اصولوں میں شامل ہے۔

8۔ نظریہ پاکستان کا اثبات:-

آئین کے تیرے گوشوارے میں صدرِ مملکت، وزیر اعظم اور بعض دیگر اعلیٰ عہدے داروں کے حلق کی عبارات درج کی گئی ہے۔ حلق میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اسلامی نظریہ ہی قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

۹۔ اسلامی نظریہ کو نسل:-

آئین کے تحت اسلامی نظریہ کو نسل کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ یہ ادارہ اسلامی قانون اور شریعت کے ماہرین پر مشتمل ہو گا۔ اسلامی نظریہ کو نسل قوانین کے مطابق ڈھالنے میں قانون ساز اداروں کی رہنمائی کرے گی۔

۱۰۔ اتحاد عالم اسلامی:-

پالیسی کے اصولوں پر اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت اسلامی آنخوت کی بنیاد پر مسلمان ممالک سے تعلقات کو مضبوط بنانے کا کوشش کرے گا۔

نفاذِ اسلام کے لیے اقدامات

نظام اسلام کی تحریک:-

قیام پاکستان کی تحریک میں مسلم لیگ نے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔ لہذا قیام پاکستان کے فوراً بعد عوام نے حکومت سے مطالہ شروع کیا کہ اسلامی آئین نافذ کیا جائے۔

علماء کے 22 نکات:-

تمام مکاتیب فکر کے علماء نے تحدی ہو کر آئینہ سازی سے متعلق بنیادی اصولوں کو 22 نکات کی صورت میں مرتب کر کے حکومت کے سامنے پیش کیا۔

قرارداد مقاصد:-

عوام کے مطالبے سے مجبور ہو کر حکومت نے مارچ 1949ء میں آئین ساز اسمبلی کے سامنے ایک قرارداد پیش کی جس میں واضح کیا گیا کہ پاکستان میں حاکیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ پاکستان میں جمہوریت، مساوات اور معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں پر بنی نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔

اسلام اور دستور سازی:-

1956ء، 1962 اور 1973 میں بننے والے تینوں دساتیر میں قرارداد مقاصد کو پیش لفظ کے طور پر شامل کیا گیا۔ 1985ء میں آٹھویں ترمیم کے تحت پہلی بار قرارداد مقاصد کو مستور کا باقاعدہ قابل نفاذ حصہ بنادیا گیا۔ پاکستان کے تمام دساتیر میں مملکت کا نام ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ قرار دیا گیا۔ سربراہ مملکت کا مسلمان ہونا ضروری ٹھہرایا گیا اور اسلام کی تشریح و تعبیر کے لیے اسلامی مشاورتی کو نسل جیسے ادارے قائم کیے گئے۔

تحریک نظامِ مصطفیٰ اصلی علیہ السلام:-

1977ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ علیہ السلام سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ پاکستان کے عوام نفاذِ اسلام کے سلسلے میں اپنی حکومت کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں۔ اس جذبے کو دیکھتے ہوئے 1977ء میں بر سر اقتدار آنے والی مارشل لاءِ حکومت نے اسلامی نظامِ حکومت کے نفاذ کے لیے بہت سے مہیتہ اقدامات کیے۔

1977ء کے بعد نفاذ اسلام کے اقدامات

عدلیہ اور قوانین:-

قانونیں اور عدالتی نظام کو بذریعہ اسلام کے ساتھ میں ڈھانے کے عمل کا آغاز 12 ربیع الاول 1399ھ/10 فروری 1979ء (10 فروری 1979) کے دن سے ہوا۔ اس سلسلے میں حسب ذیل اقدامات کئے گئے:

- 1 شراب نوشی، چوری، زنا اور قذف کے لیے اسلامی سزا میں نافذ کی گئیں۔
- 2 وفاقی سطح پر وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی جس کا درجہ ہائی کورٹ کے برابر ہے۔ علماء کو نجت بنا یا گیا۔
- 3 عدالتوں کے طریق کار سے غیر اسلامی روایات کو ختم کیا گیا۔
- 4 اسلامی قانون کے نفاذ کو ممکن بنانے کے لیے مطلوبہ افراد کی کمی محسوس کرتے ہوئے اس مقصد کے لیے اسلام آباد میں شریعت فیکلٹی اور اسلامی یونیورسٹی قائم کی گئی۔ نیز دینی تعلیم کے بعض اداروں میں قاضی کلاسیں جاری کی گئیں۔
- 5 قرارداد مقاصد کو آئین کا باضابطہ اور قابل نفاذ حصہ بنادیا گیا۔

اقتصادی معاملات:-

- 1 20 جون 1980 کو ملک میں نظام زکوٰۃ قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ حکومت نے ابتدائی طور پر زکوٰۃ فنڈ میں سو اوارب روپے کی رقم خود جمع کرائی۔
- 2 عشر بجع کر کے ناداروں میں تقسیم کرنے کی سکیم پر عمل درآمد کا آغاز 1983ء کی نسل ربع سے ہوا۔
- 3 کیم جنوری 1981ء سے بینکوں اور بعض دیگر مالیاتی اداروں کے کاروبار سے سود کو ختم کرنے کے عمل کا آغاز کیا گیا۔

دینی شعائر اور احکام کا احترام:-

ایک مثلی اسلامی ریاست مخصوص چند قوانین اور احکام کے ذریعے قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلامی ریاست ایک اسلامی معاشرے سے ہی وجود میں آتی ہے۔ معاشرت کو اسلامی رنگ دینے کے لیے حکومت نے مندرجہ ذیل اقدامات لئے:

- 1 سرکاری اداروں میں ظہر کی نماز بجتماعت ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔
- 2 رمضان المبارک کے دوران پہلی مقامات پر کھانے پینے کی ممانعت کے لیے احترام رمضان آرڈی نیشن نافذ کیا گیا۔
- 3 خلفائے راشدین اور اہل بیتؑ کی شان میں گستاخی کو قانوناً جرم قرار دیا گیا۔
- 4 رشوت، بد عنوانی اور نا اعلیٰ کا خاتمه کرنے کے لیے وفاقی سطح پر محبت اعلیٰ کا تقرر کیا گیا۔
- 5 ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے اذان نشر کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ یہ اذان یادو لاتی ہے کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے۔

تعلیم:-

- 1 اسلامی تعلیمات کو لازمی مضمون کی حیثیت دی گئی۔
- 2 معاشرے میں علماء کا وقار بلند کرنے کے لیے دینی مدارس کی سندوں کو بی۔ اے اور ایم اے کے مساوی قرار دیا گیا۔

- 3 مسلح افواج میں دینی معلمون کو کم شدہ افسر کا درجہ دیا گیا۔
- 4 ابتدائی سطح پر تعلیم کی اسلامی تشكیل کے لیے مسجد مکتب سیکم کا اجراء کیا گیا۔
- 5 لاء کا لجوں میں فقہ (اسلامی قانون) کو لازمی حیثیت دے دی گئی۔

اسلامی قومیت کی تغیری:-

- 1 مطالعہ پاکستان کو لازمی مضمون کی حیثیت دی گئی۔
- 2 عدالت، سرکاری اداروں نیز روزمرہ زندگی میں قومی لباس کے فروغ کے لیے ثبت اقدامات کیے گئے۔
- 3 صدر رضیاء الحق مر حوم نے اندر وون ملک اور بیرون ملک قومی زبان میں خطاب کی روایت کا آغاز کیا اور قومی زبان اپنانے کی ترغیب دی۔

ذرائع ابلاغ:-

- 1 ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو اسلامی اور قومی تشخص ابھارنے کے لیے استعمال کیا گیا۔
- 2 غیر شریفانہ اور غیر اسلامی پروگراموں پر پابندی عائد کی گئی۔
- 3 ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے قرآن پاک اور عربی کی تعلیم کا اہتمام کیا گیا۔
- 4 حج اور دیگر اسلامی تقریبات کو ٹیلی ویژن پر دکھانے کا اہتمام کیا گیا۔
- 5 اسلامی تعلیمات پر منی پروگراموں میں اضافہ کیا گیا۔

شریعت بل:-

1991ء میں پارلیمنٹ نے شریعت بل کی منظوری دی۔ اس بل کا مقصد یہ ہے کہ نفاذ اسلام کا عمل محسن اعلانات اور غیر موثر دستوری تصریحات تک محدود نہ رہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر اسے مملکت کے نفاذ العمل قانون کی حیثیت حاصل ہو جائے۔

نفاذ اسلام کی راہ میں حائل مشکلات

قرارداد مقاصد مارچ 1949ء میں منظور ہوئی تھی۔ اس قرارداد میں پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے لیے تمام بنیادی اصول واضح طور پر بیان کردیئے گئے تھے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ پاکستان کے تینوں باضابطہ دساتیر اور (1956، 1962، 1962، 1973) میں قرارداد مقاصد میں طے کئے گئے اصولوں کی پاسداری کی گئی اور پاکستان کو اسلامی جمہوریہ بنانے کے لیے تمام آئینی ضروریات کی ترتیب صحیح کر دیں۔ آج ہم یہ دعوے تو پرور کر سکتے ہیں کہ پاکستان میں ایک بہترین اسلامی آئین نافذ ہے۔

اور ان جس کے رہنماء صولوں کے مطابق ایک مثالی اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرہ کے قیام کی طرف پیش رفت جا ری ہے۔ ان مقاصد کے حصول میں در پیش رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے خلوص نیک نیت اور لگن در کار ہے۔ جس میں اجتماعی طور پر شہری کو اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔

ہماری ناکامی کی اصل وجہ ہماری نفاذ اسلام کی حکمت عملی کا ناقص ہونا ہے۔ اسلامی ریاست ایک اسلامی معاشرے میں ہی قائم ہو سکتی ہے۔ اسلامی معاشرے سے ایک ایسا معاشرہ مراد ہے جس کے لوگوں کی سیرت اسلام کے ساتھ میں ڈھل چکی ہو اور اللہ کے احکام کی پیروی جن کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا بن چکی ہو۔ سیرت و کردار کی تعمیر و تشكیل بنیادی طور پر ایک جمہوری عمل ہے۔ یہ عمل ایک خاموش محنت اور جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے۔ تعلیم، تزکیہ اور دعوت اس عمل کے بنیادی عناصر ہیں۔ جب اس جمہوری جدوجہد کے نتیجے میں ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آ جاتا ہے تو اس میں قائم ہونے والی ریاست بھی لا محالہ اسلامی ہی ہوتی ہے۔ قانون کا دائرہ عمل انتہائی محدود ہے۔ قانون سے کبھی اسلامی معاشرہ تخلیق ہو سکتا ہے نہ اسلامی ریاست قائم ہو سکتی ہے۔ البتہ اس سے اسلامی معاشرے اور ریاست کی حفاظت کا کام ضرور لیا جاسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو نبوت کے تیرے ہی سال کفار مکہ نے منصب حکومت کی پیش کش کی تھی، اگر مغض قانون اور حکومتی اختیار کے زور سے اسلامی ریاست کا قیام ممکن ہوتا تو آنحضرت ﷺ اس پیش کش کو قبول کر کے اسلامی ریاست قائم کر دیتے۔ آپ ﷺ نے ایسا اس لیے نہیں کہ ایسا ممکن نہیں تھا۔ اسلامی ریاست اسی وقت قائم ہوتی جب جمہوری اور دعوتی جدوجہد کے ذریعے لوگوں کو اس کے لیے تیار کر لیا گیا ہو۔ اس بات کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ نفاذ اسلام سے پہلے نفوذ اسلام کی منزل آتی ہے۔ اسلامی ریاست سے پہلے اسلامی معاشرہ انتہائی ضروری ہے۔ جب ہم مغض قانون سازی کے ذریعے اسلامی ریاست قائم کرنے کی بات کرتے ہیں تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم قصیر اسلام کی تعمیر بنیادوں کی بجائے چھت کی طرف سے شروع کرنا چاہتے ہوں۔ اسلامی ریاست کے قیام اور اسلامی قانون اور آئین کے نفاذ کے ساتھ ساتھ ہمیں تعلیم اور دعوت کے ذریعے لوگوں کے اخلاق اور اعمال کی اصلاح کی جانب بھی بھرپور توجہ دینا ہو گی۔ اور ایک عمل مسلسل سے آئین میں دیئے گئے ان مقاصد کی تکمیل ہو سکے گی۔

اقوام متحده کا اعلان حقوق: اہم نکات

اقوام متحده 1945ء میں قائم ہوئی۔ اقوام عالم کے اس ادارے نے عالمی امن کے قیام اور انسانی حقوق اور آزادیوں کے تحفظ کو اپنانیدادی مقصد قرار دیا تھا، اس لیے ضروری تھا کہ انسانی حقوق کی ایک ایسی جامع فہرست مرتب کی جاتی جو دنیا کے تمام اقوام کے قابل قبول ہوتی۔ اقوام عالم کے ماہرین نے طویل غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے بعد انسانی حقوق کی ایک دستاویز مرتب کی جسے اقوام متحده کی جزوی اسمبلی نے 10 دسمبر 1948ء کو منظور کیا۔ اس دستاویز کو آنام دیا گیا۔ اس ڈیکلریشن یا اعلان کے اہم نکات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

مساوات:-

تمام انسان پیدائشی طور پر یکساں تکریم اور مساوی حقوق کے مستحق ہیں۔ تمام صاحب شعور و ضمیر انسانوں کا فرض ہے کہ وہ دوسرے تمام انسانوں کو اپنا بھائی سمجھیں۔

امتیازات کی نفی:-

حقوق اور آزادیوں کے راستے میں نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، عقیدہ، معاشرتی یا قومی پس منظر، ملکیت، پیدائش، یا اسی طرح کی دوسری چیزوں کو حاکم نہیں ہونا چاہیے۔

تحفظ ذات کا حق:-

ہر شخص کو زندگی، آزادی اور شخصی تحفظ کا حق حاصل ہو گا۔

غلامی کی نفی:-

کسی شخص کو غلامی یا جری مشقت پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

غیر انسانی سلوک کی ممانعت:

کسی شخص پر تشدد نہیں کیا جاسکے گا نہ اسے غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک کا نشانہ بنایا جائے گا۔

قانون کی نظر میں مساوات:-

قانون کی نظر میں تمام انسانوں کو مساوی حیثیت حاصل ہو گی۔

دفعہ کا حق:-

کسی شخص کو مقدمہ چلائے بغیر اور دفعہ کا موقعہ دیے بغیر سزا نہیں دی جاسکے گی۔ کسی شخص کو کسی ایسے جرم کی پاداش میں بھی سزا نہیں دی جاسکے گی جو اس وقت قانونی طور پر مجرم نہیں تھا جب اس شخص نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا۔

خاندان اور نجی زندگی کا حق:-

کسی شخص کی نجی اور خاندانی زندگی نیز تخلیے میں مداخلت نہیں کی جاسکے گی۔

نقل و حرکت اور سکونت کا حق:-

ہر شخص کو اپنی ریاست کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور سکونت اختیار کرنے کا حق حاصل ہو گا۔

ازدواجی زندگی کا حق:-

ہر بالغ مرد اور عورت کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا حق ہو گا۔ خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اور اس کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے۔

ملکیت کا حق:-

ہر شخص کو تھایاد و سروں کے ساتھ شریک ہو کر جائیدار بنانے کا حق حاصل ہو گا۔

ضمیر، مذہب اور عقیدے کا حق:-

ہر شخص کو اپنے ضمیر کے مطابق عقیدہ رکھنے، مذہب اختیار کرنے نیز اس پر عمل کرنے اور اس کے اظہار تبلیغ کا حق حاصل ہو گا۔ نیز ملکی حدود و قیود کو معلومات کے حصول اور ترسیل کے راستے میں رکاوٹ نہیں بننے دیا جائے گا۔

پر امن اجتماع کا حق:-

ہر شخص کو پر امن اجتماع منعقد کرنے کا حق حاصل ہو گا لیکن کسی شخص کو کسی خاص اجتماع میں شرکت پر مجبور نہیں کیا جاسکے گا۔

سیاسی عمل میں شرکت کا حق:-

حکومتیں اپنا اختیار لوگوں کی رائے سے ہی حاصل کریں گی۔ لوگ سیاسی عمل میں حصہ لینے کے لیے آزاد ہونگے انہیں بلا امتیاز سرکاری اور انتظامی عہدوں تک رسائی کا حق حاصل ہو گا۔ سیاسی عمل کی بنیاد آزادانہ ایکشن پر ہو گی۔

روزگار کا حق:-

ہر شخص کو بلا امتیاز اپنی پسند کا پیشہ یا جائز ذریعہ معاش اختیار کرنے کا حق حاصل ہو گا۔

آرام اور فراغت کا حق:-

او قات کار محدود ہونگے، ہر شخص کو آرام اور فراغت نیز تنخواہ کے ساتھ چھٹی کا حق حاصل ہو گا۔

بنیادی ضروریات زندگی کا حق:-

خوراک، لباس، گھر اور علاج بنیادی ضروریات زندگی ہیں اور ہر فرد اور خاندان کا حق ہیں۔ ممکن، بچے محتاج اور بے روزگار خصوصی سماجی تحفظ کے مستحق سمجھے جائیں گے۔

تعلیم کا حق:-

بنیادی تعلیم مفت ہونی چاہیے، تعلیم کا مقصد سیرت کی ایسی تعمیر ہے جس سے عالمی برادری رواداری اور اخوت کے جذبات پرداں چڑھیں۔

حقوق اور فرائض

حقوق:-

حقوق حق کی جمع ہے۔ انگریزی میں حقوق کے لیے Rights کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مشہور فلسفی اتحج گرین (T.H Green) نے حقوق کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی:

”حقوق اچھی زندگی گزارنے اور تمام انسانوں کی شخصیت کی تعمیر و تکمیل کے لیے ضروری شرائط کا نام ہے۔“

حقوق کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود انسان۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اتنا نے سے پہلے جس ”حدی“ (ضابطہ ہدایت اور نظام زندگی) کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا اس میں تمام بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت شامل تھی۔ آدم علیہ السلام کا بیٹا قابیل اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر کے سب سے بڑے انسانی حق یعنی زندگی کو پاپاں کرنے والا سب سے پہلا انسان تھا (اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے)۔ دنیا میں آنے والے تمام انبیاء علیهم السلام کی بعثت کا مقصد طاقتوروں کے مقابلے میں کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کرنا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حقوق و فرائض کے باہمی تعلق کو آج سے چودہ سو سال پہلے جس وضاحت اور خوبی سے بیان کیا آج تک دنیا کا کوئی ماہر سیاست اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں سے ویسا ہی سلوک کرے جیسے سلوک کی وہ خود دوسروں سے موقع رکھتا ہے گویا اگر ایک شخص زندہ رہنے کا حق مانگتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے حق زندگی کا بھی احترام کرے۔ اگر وہ عزت چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ دوسروں کی عزت اس کے ہاتھ سے محفوظ رہے۔ خطبہ جمۃ الوداع انسانی حقوق کے بارے میں ایک جامع ترین دستاویز ہے۔ اسلامی ریاست میں شہریوں کے حقوق کا احترام کس حد تک کیا جاتا ہے اس کا اندازہ حضرت ابو بکرؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ میرے نزدیک کمزوروں وقت تک طاقت ور ہے جب تک میں طاقت ور سے اس کا حق نہ دلا دوں اور طاقتوراں وقت تک کمزور ہے جب تک اس سے کمزور کا حق وصول نہ کر لوں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اعلان حقوق کے تقریباً چھ صدیاں بعد 1216ء میں انگلستان کے لوگوں کو پہلی مرتبہ میگن کارٹا (Magna Carta) کی رو سے بعض بنیادی حقوق حاصل ہوئے۔ اہل فرانس اور امریکہ برطانیہ سے بھی تقریباً چھ صدیاں بعد بنیادی حقوق کے تصور سے آشنا ہوئے۔

آج دنیا کے تمام مہذب ممالک کے دستیگر میں بینادی حقوق کا باب لازمی طور پر شامل ہوتا ہے۔ ان حقوق کو ناقابل تنفس قرار دیا جاتا ہے اور عدالتوں کو ان حقوق کا محافظ بنایا جاتا ہے۔

حقوق کی خصوصیات:-

حقوق کی بنیادی خصوصیات درج ذہل ہیں:

- 1- حقوق متمدن زندگی کی بنیادی شرائط ہیں۔

2- رپاست ایئے اختیارات کو استعمال میں لا کر حقوق کا تحفظ کرتی ہے گو پاموجودہ دور میں حقوق کا تحفظ رپاست کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

- 3 حقوق میں یکسا نیت ہوتی ہے یعنی تمام حقوق تمام شہریوں کو یکسا طور پر حاصل ہوتے ہیں۔
 - 4 حقوق ناقابل تنفس ہوتے ہیں یعنی کسی شہری کو اس وقت تک اس کے کسی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا جب تک کسی قانونی یا آئینی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایسا کرننا ضروری نہ ہو گیا ہو۔
 - 5 حقوق و فرائض لازم و ملزم ہیں یعنی ایک شخص کا حق دوسرے کافر خرض ہوتا ہے۔
 - 6 حقوق ہی وہ اقدار ہیں جن کو معیار بنا کر انسانی معاشرے میں منصفانہ اور غیر منصفانہ (Just and Injust) کا معیار قائم کیا جاتا ہے۔

فراپنچ:-

فراکٹس فرض کی جمع ہے۔ انگریزی میں فراکٹس کے لیے Duties کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ فرض سے مراد:

”وہ مدد داری ہے جسے کوئی شخص اس لیے نبھاتا ہے کہ وہ اس کے کام کا حصہ ہے یا کوئی ایسا کام ہے جو اپک شخص اس لیے کرتا ہے کہ اخلاقی اور قانونی طور پر اس کا تقاضا کیا جاتا ہے۔“

پاپے کہا جا سکتا ہے کہ فرد پامعاشرے کے اپک شخص سے مطالبات کو اس شخص کے فرائض کہا جاتا ہے

حقوق اور فرائض سے انحراف کے نتائج:-

حقوق و فرائض کا آپس میں گہر اعلق ہے۔ ہر وہ حق جو ہمیں حاصل ہوتا ہے اس کے ساتھ ہم پر ایک فرض بھی عائد ہو جاتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ حقوق و فرائض کے تعلق کی نوعیت ایسی ہی ہے کہ جیسے ایک سلکے کے دوڑخ۔ ہر حق ایک فرض کے ساتھ اس طرح پیوست ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ حقوق و فرائض سے انحراف کے نتائج معاشرتی زندگی کے حق میں بہت مہلک ہو سکتے ہیں ان نتائج کو ہم بطور خلاصہ اس طرح بیان کر سکتے ہیں:

حقوق و فرائض کا تعلق انسان کی معاشرتی زندگی سے ہے ”الف“، ”ب“ کا حق ”ب“ کا فرض ہے۔ اور ”ب“ کا فرض ”الف“، ”کا حق۔ مثلاً ”الف“، کو زندگی کے تحفظ کا حق ہے تو اس حق کے ساتھ ہی اس پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ ”ب“ (یعنی معاشرے کے تمام افراد) کے حق زندگی کا احترام کرے (کسی کی جان لینے کی کوشش نہ کرے)۔ اگر ”الف“، اپنا فرض پورا نہیں کرتا ہے اور کسی کی جان لیتا ہے تو وہ خود بھی حق زندگی سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے سزاۓ موت دی جاتی ہے۔

ایک محقق کا قول ہے کہ:

”یہ سوچ قطعاً بے فائدہ ہے کہ حقوق کو فوکیت حاصل ہے یا فرائض کو۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ اگر ہر شخص اپنے حقوق کا مطالبہ تو کرتا رہے لیکن دوسروں کی طرف سے اس پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں ان کو پورا نہ کرے تو ایک وقت آئے گا کہ کسی بھی شخص کا کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔“

حقوق اور فرائض کا فیصلہ محض برابری کی سطح پر نہیں ہوتا بلکہ حقوق کچھ ایثار اور ضبط نفس کا مطالبہ بھی کرتے ہیں۔ حقوق کا مقصد انسانی حرص اور تمناؤں کی تسلیم نہیں ہے ان کا ایک اعلیٰ نصب العین بھی ہے۔ ایک فرد کو اپنے فرائض کی بجا آوری اس طرح کرنی چاہیے کہ وہ نہ صرف اپنے لیے زیادہ سے زیادہ خیر کو حاصل کرے بلکہ اس سے پورے معاشرے کو خیر اور نفع حاصل ہو۔ مثال کے طور پر مجھے اظہار رائے کا حق حاصل ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ میں اس حق کو تشدد اور منافرت پھیلانے کے لیے بھی استعمال کر سکتا ہوں۔

حقوق اور فرائض سے انحراف کرتے ہوئے ہمیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ فرض ادا کرنے والے کے علاوہ دنیا میں ایک تیسری قوت بھی موجود ہے جو حقوق و فرائض کی پاسداری اور ان کے موثر نفاذ کے عمل کی نگران ہے۔ یہ قوت ریاست ہے۔ ریاست ان کو سزا دیتی ہے جو اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتا ہی بر تے ہیں اور ریاست ہی شہریوں کے حقوق کی حفاظت بھی کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ”اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو“، حقوق و فرائض کے بارے میں لکھی جانے والی ہزاروں کتابوں پر بھاری ہے۔ اگر انسانیت اس ایک مختصر سے جملے کو اپنا دستور العمل بنالے تو معاشرت کی ترقی اور اصلاح کے لیے کسی دوسرا فلسفے یا عمرانی علم کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

انسانی حقوق

انسانی حقوق کی وضاحت کی غرض سے استعمال کی جانے والی اصطلاحات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ فطری حقوق:-

بھیثیت انسان ہر فرد کو کچھ حقوق اپنی پیدائش کے ساتھ ہی حاصل ہو جاتے ہیں۔ سیدنا عمرؓ کا قول ہے:
”انسانوں کو ان کی ماں نے آزاد جنہے۔“ ان حقوق کو فطری حقوق کا نام دیا جاتا ہے۔

2۔ معاشرتی حقوق:-

معاشرتی حقوق ہمارے ان اختیارات کو کہا جاتا ہے جن کو معاشرہ اور عوامی رائے نے تسلیم کر لیا ہو۔ معاشرتی حقوق کو اخلاقی حقوق، کانام بھی دیا جاتا ہے۔

3۔ قانونی حقوق:-

بعض صورتوں میں کچھ شریر طبع لوگ معاشرتی اور اخلاقی دباؤ کو نظر انداز کرتے ہیں اور دوسروں کو حقوق سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا راستہ روکنے کے لیے ریاست کی طاقت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ریاست کا قانون جن حقوق کو اپنی طاقت کے ذریعے تحفظ دیتا ہے انہیں قانونی حقوق کہا جاتا ہے۔

4۔ بنیادی حقوق:-

مہذب دنیا نے غور و خوض کے بعد انسانی زندگی کی جن شرائط کو انسانی معاشرے کی بقا اور انسانی شخصیت کے تحفظ کے لیے ناگزیر قرار دیا ہے۔ انہیں بنیادی حقوق کہا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ”منشورِ حقوق“ میں ان حقوق کی ایک جامع فہرست موجود ہے۔ تمام جمہوری ریاستوں کے دساتیر میں ان حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے۔

5۔ شہری حقوق:-

بنیادی حقوق کو دو مزید قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ شہری حقوق اور سیاسی حقوق۔ شہری حقوق سے مراد وہ بنیادی حقوق ہیں جو شہری زندگی اور جانشیداد کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور شہری کی شخصیت کی نشوونما کے لیے مناسب ماحول پیدا کرتے ہیں۔

6۔ سیاسی حقوق:-

سماں حقوق شہریوں کو ایک رہاست کے معاملات میں حصہ لئے کے قابل بناتے ہیں۔

اہم شہری حقوق:-

مکیت بنانے، رکھنے اور وارثت میں منتقل کرنے کا حق	(ii)	زندگی کے تحفظ کا حق	(i)
اجتماع کا حق	(iv)	خاندانی زندگی کا حق	(iii)
آزادی فکر و اظہار کا حق	(vi)	معاهدات کا حق	(v)
حصول تعلیم کا حق	(viii)	انجمن ادارے بنانے کا حق	(vii)
آزادانہ نقل و حرکت کا حق	(x)	عقیدے اور ایمان کا حق	(ix)
قانون کی نظر میں دوسروں کے برابر ہونے کا حق	(xi)	خط و کتابت اور روابط کے اخفاء کا حق	(xi)
معاشی حقوق (یعنی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی، روزگار کی فراہمی نیز غلامی اور بیگار سے تحفظ کے حقوق)	(xiii)	عورتوں کا مساوی ماہنہ سرتاوہ کا حق	(xiv)

اہم سیاسی حقوق:-

- | | |
|---|---|
| <p>1۔ دوٹ دینے کا حق</p> <p>2۔ نماں ندگی کرنے کا حق</p> | <p>3۔ عوامی عہدوں پر فائز ہونے کا حق</p> <p>4۔ ایسے نماں ندروں پر تنقید کرنے اور انہیں معزول کرنے کا حق</p> |
|---|---|

خطبہ ججۃ الوداع۔ انسانی حقوق کا جامع منشور

ذی الحجہ 10 ہجری یعنی 632ء میں رسول اللہ ﷺ نے بھرت کے بعد پہلا اور آخری حج ادا فرمایا۔ اس حج میں آپ ﷺ نے مختلف مقامات پر جو محضر خطبات ارشاد فرمائے ان کو اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ اور جوہر کھانا چاہئے۔ حدیث کی معترکتابوں بخاری، ابو داؤد اور مسلم میں صحیح ترین روایات کے ساتھ ان خطبات کے مقامات اور الفاظ کی تفصیل درج کی گئی ہے۔ بعض اہل علم نے ان متعدد خطبات کو جمع کر کے ایک مسلسل خطبے کی شکل بھی دی ہے۔ خطبات جنتۃ الوداع انسانی حقوق کے حوالے سے تاریخ انسانی کی اہم ترین دستاویز کا درج رکھتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم ان خطبات کے اہم نکات کا جائزہ لیں گے:

1- چاہلیت کا خاتمہ:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے قدموں کے نیچے ہیں۔“

چالیسٹ کے پہ دستور کیا تھے انسانوں کی خدائی، ملکیت، آمریت، مذہبی جر، اسلام نے ان سب کو ختم کر دیا۔

2- انسانی مساوات:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لوگو! بے شک تمہارا باب ایک ہے اور بے شک تمہارا باب ایک ہے۔ ہاں عربی کو عجھی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں۔ مگر تقویٰ کے سبب سے۔“

3۔ غلامی کا خاتمہ:-

غلامی کی صدیوں پر انی روایت عربوں سمیت پوری دنیا کی معاشرت میں اس طرح پیوست ہو چکی تھی کہ اگر اس کو ایک حکم کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی جاتی تو معاشرے کی پوری عمارت زمین بوس ہو جاتی۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے غلامی کے خاتمے کے لیے تدریجی حکمت عملی اختیار کی کے اور غلام رکھنے والوں پر ایسی پابندیاں عائد کر دیں کہ انہیں بالآخر غلاموں کو آزاد کرنے میں ہی اپنی نجات نظر آئی۔ اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ دنیا بھر میں غلامی کا خاتمہ سب سے پہلے مسلمان معاشروں میں ہوا۔ (امریکہ میں غلامی اخباروں صدی تک قائم تھی جسے ختم کرنے کے لیے امریکی صدر ابراہام لنکن کو باقاعدہ جنگ لڑنا پڑی) خطبہ حجۃ الاداعی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تمہارے غلام! تمہارے غلام! جو خود کھاؤ، وہی ان کو کھلاؤ، وہی ان کو پہناؤ جو خود پہنو۔“

جان اور مال کے حقوق:-

مسلمانوں کے لیے حرم کعبہ سے محترم کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی مثالیں دے کر فرمایا کہ تمہارے لیے ایک دوسرے کا خون اور مال اس طرح قابلِ احترام ہے جس طرح کعبۃ اللہ۔

عزت و آبرو کے حقوق:-

ایک مقام پر سید عالم ﷺ نے جان و مال کے علاوہ دوسروں کی عزت و حرمت کی پاسداری کا حکم بھی دیا اور یہ فرمایا کہ یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے۔

مذہبی انتہاء پسندی سے اجتناب:-

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مذہب میں غلو (شدت، مبالغہ اور سختی) سے بچو کیونکہ تم سے پہلی قومیں اس لیے بر باد ہوئیں کہ مذہبی انتہاء پسندی کا شکار ہو گئی تھیں۔“

قانونی حقوق:-

رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا کہ کسی شخص کو کسی دوسرے گناہ کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ یہاں تک پہلا بھی اپنے باپ کا جرم کا ذمہ دار نہیں۔

”ہاں مجرم! اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔ ہاں باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کی جوابد ہی باپ کے ذمے نہیں۔“

حکمرانوں کے حقوق:-

سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ قانونی طور پر قائم شدہ حکومت کا یہ حق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

وراثت کے حقوق:-

قرآن حکیم اور سنت نبوی ﷺ میں وراثت کے تمام حقوق کی تصریح کردی گئی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ وہ وراثت کے طے شدہ قوانین سے انحراف کرتے ہوئے کسی کو حق وراثت سے محروم کر دے فرمایا کہ: (از رواے وارثت)

”اللہ نے ہر حق دار کو کو اس کا حق دے دیا ہے۔ اب کسی کو وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔“

عورتوں کے حقوق:-

اسلام سے پہلے عورتوں کو انسانوں کی بجائے جائیدار یا ملکیت کی چیز سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے پہلی مرتبہ واضح طور پر عورتوں کو شرف اور تکریم عطا کی۔

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

”عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، تمہارا حق عورتوں پر ہے اور عورتوں کا حق تم پر۔“

نفرت اور انتقام کی نفیاں کا خاتمه:-

انسانی معاشرے کو فساد اور تشدد میں مبتلا کرنے والی سب سے بڑی چیز نفرت اور انتقام کی انسانی نفسيات ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے فتح مکہ کے موقع پر یک طرفہ ایثار کے ذریعے عغنو و در گزر کی اعلیٰ مثالیں قائم کر چکے تھے۔ خطبہ جمۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”جاہلیت کے تمام خون اور انتقام باطل کر دیے گئے، سب سے پہلے میں اپنے خاندان یعنی ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں۔“

پھر فرمایا:

”جاپلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیے گئے، سب سے پہلے اپنے خاندان کا (یعنی اپنے چچا) عباس بن مطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔“

دیگر حقوق کے لیے حوالہ:-

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی مشہد کیا ہے کہ مختصر خطبات ارشاد فرماتے تھے۔ خطبات جو تذکرہ الوداع بھی نہایت مختصر تھے۔ ان خطبات میں بلا کی بلاغت اور جامعیت تھی لیکن ظاہر ہے کہ ان میں تمام حقوق و معاملات کی تفصیل بیان نہیں ہو سکتی تھی اس لیے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو قرآن و سنت سے رجوع کرنے کی تاکید فرمائی۔ فرمایا:

”لوگو! میری بات غور سے سمجھ لو۔ میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اب میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑ رے جا رہا ہوں کہ جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے راستے سے نہیں بھٹکلو گے۔ وہ واضح اور روشن ہیں یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔“

خطبہ جتنی الوداع اور اقوام متحده کا انسانی حقوق کا منشور۔ ایک تقابلی چائزہ:-

اقوام متحده کا انسانی حقوق کا منشور بلاشبہ انسانی حقوق کی ایک جامع اور خوبصورت دستاویز ہے اور ہر شریف و مہذب انسان کے لیے اس کا اعتراف و احترام واجب ہے لیکن اس سلسلہ میں دو باتیں نہایت قابل غور ہیں۔ پہلی یہ کہ جدید دنیا بے شمار تجربات، جنگوں اور تباہیوں سے گزرنے کے بعد جن متنازع تک پہنچی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے وحی الٰہی کی روشنی میں وہ اصول انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس سے 1400 برس پہلے بیان فرمادیئے تھے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اقوام متحده کا انسانی حقوق کا منشور مخفی ایجھے الفاظ اور نیک خواہشات کا مرقع ہے۔ اس کی کوئی ٹھوس عملی اور قانونی حیثیت نہیں۔ اقوام متحده کے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں کہ وہ ان کو نافذ کر سکے یا منوا سکے۔ اس کے بر عکس خطبہ جمۃ الوداع میں نہ صرف بنیادی حقوق بیان کیے گئے ہیں بلکہ اس بات کی ضمانت بھی فراہم کی گئی ہے کہ ان یہ عمل درآمد بھی ہو گا۔

- 1- تمام انسان جوان حقوق کے مخاطب ہیں آخرت کی جواب دہی کے شدید احساس کے تحت ان حقوق کی بجا آوری کے پابند ہوں گے۔

2- ہر مسلمان رپاست کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ اپنے قانونی نظام کے ذریعے ان حقوق کے تحفظ اور نفاذ کو یقینی بنائے۔



مشن

-1۔ خالی چکہ ایسے الفاظ سے پُر کیجھے کہ بیان پا معنی ہو جائے۔

- | | |
|---|---|
| 1 | 1956ء کے آئین کے تحت _____ کے لیے مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ |
| 2 | 1973ء کے آئین کے تحت _____ کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ |
| 3 | _____ کے آئین میں مملکت کا نام ایک ترمیم کے ذریعے جمہوریہ پاکستان کی بجائے اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔ |
| 4 | آئین _____ کے تحت صدر اور وزیر اعظم دونوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ |
| 5 | رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے چچا _____ بن مطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔ |
| 2 | ہر سوال کے آگے تو سین میں دیئے گئے تین جوابات میں سے مناسب ترین جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پر کبھی۔ |
| 1 | 1973ء کے آئین میں _____ ترمیم کے تحت قرارداد مقاصد کو آئین کے متن کا حصہ بنادیا گیا۔
(پہلی، دوسرا، آخری) |
| 2 | 1962ء کے آئین کے تحت _____ کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔ (صدر، وزیر اعظم، دونوں) |
| 3 | رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاہلیت کے تمام خون اور انتقال باطل کر دیئے گئے ، سب سے پہلے میں اپنے خاندان یعنی کاخون معاف کرتا ہوں (عبدالمطلب، رہیم بن حارث، زید بن حارث) |
| 4 | رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں یعنی _____ اور میری سنت
(الله کی کتاب، نماز، ایمان) |
| 3 | ص (صحیح) یا غ (غلط) کے اوپر دائرہ لگا کر درست جواب کی نشاندہی کبھی۔ |
| 1 | 1962ء کے آئین میں اسلام کو نظریہ پاکستان کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ |
| 2 | عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل ہے۔ |
| 3 | رسول اللہ ﷺ کو نبوت کے تیرے سال ہی حکومت کی پیش کش کی گئی تھی۔ |
| 4 | محسن اسلامی قانون بنانے کے بعد اسلامی ریاست قائم کی جاسکتی ہے۔ |
| 5 | نظام زکوٰۃ کا نفاذ 20 جون 1980ء کو ہوا۔ |

4۔ کالم الف کے اندر ارجات کو کالم ب سے لائن کے ذریعے اس طرح ملائیے کہ دونوں کا تعلق واضح ہو جائے۔

کالم ب	کالم الف
تقویٰ	قرارداد مقاصد
عربی	قرارداد لاہور
ماਰچ 1949ء	عجیٰ
1215ء	معیارِ فضیلت
ماрچ 1940ء	میگن کارٹا

5۔ ہر سوال کا جواب دو سے پانچ سطور میں لکھیے۔

-1۔ 1973ء کے آئین کے تحت مسلمان کی تعریف کس انداز میں کی گئی ہے؟

-2۔ 1977ء کے بعد اقتصادی معاملات میں نفاذ اسلام کے لیے کیا اقدامات کیے گئے؟

-3۔ 1977ء کے بعد عدالیہ اور قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے؟

-4۔ خطبہ جنتۃ الوداع اور اقوام متحده کے انسانی حقوق کے منشور کا تقابلی جائزہ لیجیے۔

-5۔ حقوق کی تین اہم خصوصیات بیان کیجیے۔

-6۔ 1956ء کے آئین کی تین اہم اسلامی دفعات بیان کریں۔

-7۔ حقوق کی تعریف بیان کریں۔

6۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

-1۔ قرارداد مقاصد کے اہم نکات اور اس کی اہمیت بیان کریں۔

-2۔ 1956ء کے آئین اسلامی دفعات پر روشنی ڈالیے۔

-3۔ 1962ء کے آئین کی اسلامی شقیں بیان کیجیے۔

-4۔ 1973ء کے آئین اسلامی دفعات پر روشنی ڈالیے۔

-5۔ حقوق و فرائض سے انحراف کے نتائج بیان کیجیے۔

-6۔ نفاذ اسلام کی راہ میں کون سی مشکلات حائل ہیں اور ان کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟

-7۔ اقوام متحده کے اعلان حقوق کے اہم نکات بیان کیجیے۔

-8۔ حقوق اور فرائض کی تعریف کیجیے اور دونوں کا تعلق واضح کیجیے۔

-9۔ واضح کیجیے کہ کس طرح خطبہ جنتۃ الوداع انسانی حقوق کا جامع منشور ہے۔



پاکستان کا انتظامی ڈھانچہ

اور اچھی حکمرانی کا تصور

پڑھیں



پاکستان کے موجودہ انتظامی ڈھانچے کی بنیاد 1973ء کے آئین پر رکھی گئی ہے۔ اس آئین کے تحت پاکستان کو ایک ایسی جمہوریہ قرار دیا گیا ہے۔ جس کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ آئین میں کہا گیا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک وفاقی ملکت ہے۔ جو مندرجہ ذیل چار قسم کے علاقوں پر مشتمل ہے:

- 1 چاروں صوبے، پنجاب، سندھ، خیبر پختونخواہ، بلوچستان۔
- 2 وفاقی دارالحکومت (اسلام آباد) اور اس سے ملحقہ علاقے۔
- 3 صوبہ خیبر پختونخواہ
- 4 بلوچستان اور سے ملحقہ قبائلی علاقے۔

پاکستان میں کل پانچ حکومتیں کام کرتی ہیں۔ ایک مرکزی حکومت جسے وفاقی حکومت بھی کہا جاتا ہے اور چار صوبائی حکومتیں۔ ہر وفاقی نظام کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے آئین میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کو واضح کر دیا جائے۔ پاکستان کے آئین میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم دو فہرستوں کے ذریعے کی گئی۔

الف۔ **وفاقی قانون سازی کی فہرست:** اس میں وہ معاملات درج ہیں جن کے بارے میں قانون صرف پاکستان کی پارلیمنٹ بنا سکتی ہے۔ اس فہرست میں درج اہم معاملات یہ ہیں۔ افواج پاکستان، معاهدات، بیننگ، کرنی، زر مبادلہ، جوہری توانائی، قومی منصوبہ بندی شہریت امور خارجہ اور موصلات وغیرہ۔

ب۔ **امور متعلقہ کی فہرست:** اس فہرست میں درج معاملات پر صوبائی اسمبلیوں اور قومی پارلیمنٹ دونوں کو قانون بنانے کا اختیار ہے۔ اس فہرست میں درج معاملات یہ ہیں صحت، تعلیم، فوجداری اور دیوانی قانون، اسلحہ، فیملی پلانگ، بھلی، آپاشی، اخبارات، زکوٰۃ، سیاحت، انتار قدریہ وغیرہ

ج۔ **ایسے معاملات جو دونوں میں سے کسی فہرست میں درج نہیں ان کو غیر مندرجہ امور کہا جاتا ہے ان پر قانون سازی کا اختیار بھی صوبائی اسمبلیوں کو دیا گیا ہے۔**

وفاقی حکومت کے ادارے اور ان کے وظائف:-

حکومت تین اہم شعبوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کے تینوں اہم شعبوں کی ساخت حسب ذیل ہے:

1۔ مختصر:-

یعنی قانون بنانے والا ادارہ۔ پاکستان کی وفاقی حکومت میں قانون ساز ادارے کو ”پارلیمنٹ“ کا نام دیا گیا ہے پارلیمنٹ دو ایوانوں یعنی قومی اسمبلی اور سینیٹ پر مشتمل ہے۔

پاکستان میں وفاقی حکومت کا بنا یا ہوا ہر قانون ملک میں نافذ ہونے سے پہلے چار بندیاں مرحل سے گزرتا ہے۔

ن۔ مسودہ کی تیاری:-

وفاقی حکومت جو قانون نافذ کرنا چاہتی ہے اس کا ایک ڈرافٹ ماہرین سے تیار کرایا جاتا ہے۔ اس ڈرافٹ کو مسودہ قانون یا بل (Bill) کہا جاتا ہے۔ اسمبلی کے ممبران ذاتی طور پر بھی مسودات قانون مرتب کر کے اسمبلی میں پیش کر سکتے ہیں۔

ii۔ مسودہ قانون کو تیاری کے بعد ایوان زیر یعنی قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ قومی اسمبلی میں اس پر کئی مرحل میں بحث ہوتی ہے اگر قومی اسمبلی کے ارکان بل کو اصل یا ترمیم شدہ حالت میں منظور کر لیں تو اس کو ایوان بالا میں بھیج دیا جاتا ہے۔ مسودہ کی منظوری کے لیے قومی اسمبلی کے 4/3 حاضر ارکان کی تائید ضروری ہوتی ہے۔

iii۔ ایوان بالا یعنی سینیٹ میں مسودہ پر دوبارہ بحث ہوتی ہے۔ بحث کے بعد سینیٹ اس کو مسترد کر دیتی ہے یا ترمیم شدہ حالت میں یا ترمیم کے بغیر منظور کر لیتی ہے۔ دونوں ایوانوں سے منظوری کے بعد وہ بل قانون کا حصہ بن جاتا ہے۔

iv۔ پارلیمنٹ (یعنی قومی اسمبلی اور سینیٹ) کا منظور کیا ہوا مسودہ قانون حتیٰ منظوری کے لیے صدر پاکستان کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ صدر کے دستخط کے بعد مسودہ قانون یعنی بل، قانون بن کر قانون کی کتاب کا حصہ بن جاتا ہے۔ صدر پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی مسودہ قانون کو مسترد نہیں کر سکتا۔ مالیاتی مسودات قانون کے علاوہ تمام مسودات قانون (Bills) منظوری کے لیے قومی اسمبلی سے پہلے سینیٹ میں بھی پیش کیے جاسکتے ہیں اور بعد میں قومی اسمبلی میں بھیج جاسکتے ہیں لیکن زیادہ تر مسودات پہلے قومی اسمبلی میں ہی پیش ہوتے ہیں۔

وفاقی پارلیمنٹ کی ساخت

قومی اسمبلی:-

پاکستان کی پارلیمنٹ کا ایوان زیر یعنی قومی اسمبلی 342 ارکان پر مشتمل ہے۔ قومی اسمبلی کے لیے ملک کو آبادی کے لحاظ سے قریب قریب مساوی حلقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر حلقة سے ووٹر زعام بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ایک ایک ممبر کا انتخاب کرتے ہیں۔ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے شہری اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ ہر صوبے کے ارکان قومی اسمبلی اپنے صوبے کے لیے خواتین کی مخصوص نشستوں پر انتخاب کرتے ہیں۔

پاکستان کا ہر وہ شہری جس کی عمر کم از کم 25 سال ہو تو قومی اسمبلی کے انتخاب میں امیدوار بن سکتا ہے۔

قومی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کرنے والے عہدہ دار کو سپیکر کہتے ہیں۔ اس کی معاونت کے لیے ایک ڈپٹی سپیکر کا انتخاب بھی کیا جاتا ہے۔ قومی اسمبلی کے ارکان اپنے درمیان سے وزیر اعظم کا انتخاب کرتے ہیں۔ وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سب سے با اختیار عہدہ ہے، وہ ملکی انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے اور قومی اسمبلی میں اکثریت پارٹی کے قائد کی نیشنیت رکھتا ہے۔ صدر اس کے مشورے کو مانے کا پابند ہوتا ہے۔

قومی اسمبلی کا انتخاب 5 سال کے لیے عمل میں آتا ہے لیکن صدر وزیر اعظم کے مشورے سے قومی اسمبلی توڑ سکتا ہے۔ اس صورت میں وہ 90 دن کے اندر اندر نئے انتخابات کرنے کا پابند ہوتا ہے۔

القومی اسمبلی کے اختیارات بہت وسیع ہیں، قانون سازی میں اس کو مرکزی کردار حاصل ہے۔

قومی اسمبلی ملکی مالیات کو مکمل طور پر کنٹرول کرتی ہے ملک میں کوئی نیکس قومی اسمبلی کی منظوری کے بغیر نہیں لگایا جاسکتا۔ کامیونیکا ہر وزیر ایک انتظامی ملکے کا سربراہ ہوتا ہے۔ تین چوتھائی وزراء قومی اسمبلی کے ممبر ہوتے ہیں۔ ملکی انتظامیہ کے سربراہ یعنی وزیر اعظم کا انتخاب بھی قومی اسمبلی کرتی ہے اس طرح قومی اسمبلی کو انتظامیہ پر مکمل کنٹرول حاصل ہے۔

سینیٹ:-

پارلیمنٹ کا ایوان بالا یعنی سینیٹ عوام کا نمائندہ ایوان نہیں بلکہ صوبوں کا نمائندہ ایوان ہے۔ سینیٹ میں چھوٹے بڑے تمام صوبوں کی نمائندگی برابر ہے۔ ہر صوبے سے سینیٹ کے ارکان کا انتخاب متعلقہ صوبے کی صوبائی اسمبلی کرتی ہے۔ سینیٹ کا کن بننے کے لیے ضروری ہے کہ امیدوار کی عمر کم از کم 30 سال ہو اور وہ اس صوبے کا جسٹیس ممبر منتخب ہونا چاہتا ہے۔ سینیٹ کے ارکان سینیٹر کہلاتے ہیں اور سینیٹ کے اجلاس کی صدارت کرنے والے عہدے دار کو چیئرمین کہتے ہیں ان کی معاونت کے لیے ایک ڈپٹی چیئرمین کا انتخاب بھی عمل میں آتا ہے۔

سینیٹ ایک مستقل ایوان ہے اسے پورے طور پر کبھی بھی برخاست نہیں کیا جاسکتا سینیٹ کے نصف ارکان ہر تین سال بعد ریٹائر ہوتے ہیں۔

ملک میں کوئی قانون سینیٹ کی منظوری کے بغیر نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ قانون سازی کے تمام معاملات میں سینیٹ کو قومی اسمبلی کے برابر اختیارات حاصل ہیں تاہم مالی معاملات میں قومی اسمبلی کے اختیارات سینیٹ سے زیادہ ہیں۔ صدر مملکت کی عدم موجودگی میں سینیٹ کا چیئرمین قائم مقام صدر کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔

وفاقی انتظامیہ / وزیر اعظم:-

حکومتی شعبوں کے باہمی تعلق کی نوعیت کے لحاظ سے دنیا بھر میں جمہوری نظاموں کی دو بڑی اقسام ہیں، پارلیمانی نظام برطانیہ اور بھارت وغیرہ میں راجح ہیں اور صدارتی نظام کی سب سے بڑی مثال ریاست ہائے متحدہ امریکہ ہے۔ پاکستان کا نظام حکومت بھی پارلیمانی نوعیت کا ہے۔ پارلیمانی نظام میں مفہوم کو انتظامیہ پر بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ پاکستان میں بھی قانون ساز ادارہ یعنی پارلیمنٹ ہی انتظامیہ کی تنقیق کرتا ہے۔ قومی اسمبلی ملکی انتظامیہ کے سربراہ یعنی وزیر اعظم کا انتخاب کرتی ہے۔ وزیر اعظم اپنی کامیونی کے تین چوتھائی وزیر قومی اسمبلی کے ارکان میں سے اور کم از کم ایک چوتھائی سینیٹ کے ارکان میں سے منتخب

کرتا ہے۔ ہر وزیر ایک انتظامی مکھے کا سربراہ ہوتا ہے۔ آئینی طور پر ملکی انتظامیہ کے سربراہ کا منصب وزیر اعظم کو حاصل ہے، صدر مملکت کا عہدہ اگرچہ وزیر اعظم سے زیادہ باوقار ہے لیکن زیادہ اختیار نہیں ہے۔ صدر کے ہر اہم فیصلے پر وزیر اعظم کی تو شیقی دستخط ہونا ضروری ہیں۔ قومی اسمبلی حکومت کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد منظور کر کے وزیر اعظم اور اس کی کابینہ کو مستعفی ہونے پر مجبور کر سکتی ہے۔

صدر:۔

صدر پر وٹوکول کے اعتبار سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وفاقی حکومت کا سب سے بلند منصب ہے لیکن آئینی طور پر صدر و زیر اعظم کے مشورے کا پابند ہے۔ صدر مملکت کا انتخاب پارلیمنٹ کے دونوں ایوان (قومی اسمبلی اور سینیٹ) نیز چاروں صوبائی اسمبلیوں کے ارکان مل کر کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ سنگین بد عنوانی یا ذہنی جسمانی نالہیت کی بناء پر صدر کو موافقہ کے ذریعے اس کے عہدے سے بر طرف کر سکتی ہے۔

ہر وہ شخص جو مسلمان ہو، قومی اسمبلی کا رکن بننے کی الہیت رکھتا ہو اور اس کی عمر 45 سال سے کم نہ ہو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عہدہ صدارت کا امیدوار بن سکتا ہے۔

وزیر اعظم کے مشورے سے صدر کسی صوبے میں ہنگامی حالات نافذ کر سکتا ہے اور اس صوبے کی صوبائی اسمبلی کو معطل کر سکتا ہے، اسے سپریم کورٹ اور چاروں ہائی کورٹس کے تمام بجou کے تقرر کے اختیارات حاصل ہیں۔ علاوہ ازیں صدر امارتی جزل، چاروں صوبوں کے گورنر، اسلامی نظریاتی کو نسل کے ارکان، تینوں مسلح افواج کے سربراہوں نیز متعدد دیگر اہم عہدے داروں کے تقرر پر بھی صدر کے دستخط ہوتے ہیں۔

جب قومی اسمبلی کا جلاس نہ ہو رہا تو صدر فوری ضرورت کے پیش نظر وزیر اعظم کے مشورے سے حکم نامے (Ordinance) جاری کر سکتا ہے۔ چار ماہ کی مدت تک حکم ناموں کو پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین جیسا درج حاصل ہوتا ہے تاہم پارلیمنٹ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ان کو باقاعدہ قانون کی حیثیت سے منظور کر لے یا منسوخ کر دے۔ صدر کو قومی اہمیت کے کسی مسئلے پر ریفرنڈم کرانے کا اختیار بھی حاصل ہے۔

وفاقی عدالیہ: سپریم کورٹ

1973ء کے آئین کے تحت ملک میں سپریم کورٹ کے نام سے ایک اعلیٰ عدالت قائم کی گئی ہے جس کا ادا کرنا انتیار اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حدود میں واقع تمام افراد اور داروں تک وسیع ہے۔ سپریم کورٹ، ایک چیف جسٹس اور چند بجou پر مشتمل ہوتی ہے۔ چیف جسٹس کا تقرر صدر مملکت کرتا ہے باقی بجou کا تقرر صدر مملکت چیف جسٹس کے مشورے سے کرتا ہے۔ سپریم کورٹ کے بجou کو اپنے عہدے کا مکمل تحفظ حاصل ہے۔ اعلیٰ عدالتی کو نسل کسی سنگین بد عنوانی یا جسمانی نالہیت کی بناء پر کسی نجی کی بر طرفی کی سفارش کر سکتی ہے۔ بر طرفی کا حکم صدر جاری کرتا ہے۔ لیکن وہ اعلیٰ عدالتی کو نسل کی سفارش کے بغیر کسی نجی کو بر طرف نہیں کر سکتا۔

صوبائی حکومتوں اور ان کے اختیارات و وظائف:۔

جیسا کہ ہم نے اس باب کے آغاز میں پڑھا، پاکستان میں ایک وفاقی حکومت کے علاوہ چاروں صوبوں میں بھی ایک ایک حکومت قائم ہے۔ ان حکومتوں کی ساخت ایک جیسی ہے البتہ صرف صوبوں کے سائز کے فرق کی وجہ اسے ممکن نہیں اور ہائی کورٹ کے بجou کی تعداد میں نمایاں فرق موجود ہے۔ ہم ان حکومتوں کی ساخت کا شعبہ وار الگ الگ جائزہ لیں گے۔

مختصر:-

ہر صوبے میں ہر صوبائی اسمبلی کو چھوٹے درجے میں وہی حیثیت حاصل ہے جو وفاقی سطح پر پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ صوبائی اسمبلیاں آئین میں دی گئی متعدد امور کی فہرستوں میں درج تمام معاملات پر قانون سازی کر سکتی ہیں۔ ہر صوبے کو صوبائی اسمبلی کے ارکان کی تعداد کے مطابق حلقوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ہر حلقة سے ووٹر زعام بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ایک ممبر کا انتخاب کرتے ہیں۔ صوبائی انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعلیٰ کہلاتا ہے۔ وزیر اعلیٰ کا انتخاب صوبائی اسمبلی کے ارکان کی قطعی اکثریت سے عمل میں آتا ہے۔ وزیر اعلیٰ مختلف صوبائی حکوموں کا انتظام چلانے کے لیے صوبائی اسمبلی کے ارکان میں سے اپنے وزراء کا انتخاب کرتا ہے۔ وزیر اعلیٰ اپنے وزراء سمیت صوبائی اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہے۔ صوبائی اسمبلی و وزیر اعلیٰ اور اس کی کابینہ کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد منظور کر کے حکومت کو مستغفی ہونے پر مجبور کر سکتی ہے۔

انتظامیہ: وزیر اعلیٰ اور گورنر

صوبائی انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعلیٰ کہلاتا ہے۔ وزیر اعلیٰ کی صوبے میں وہی حیثیت ہے جو وفاق میں وزیر اعظم کی ہے۔ وزیر اعلیٰ کابینہ کی مدد سے صوبائی حکومت کا انتظام چلاتا ہے۔ ہر صوبے کا آئینی سربراہ گورنر کہلاتا ہے۔ ہر صوبے میں گورنر کو وہی حیثیت حاصل ہے جو وفاق میں صدرِ مملکت کو حاصل ہے۔ چاروں صوبوں کے گورنزوں کا تقریر صدرِ مملکت کرتا ہے۔ آئین صدر کو اس بات کا پابند بنتا ہے کہ وہ گورنزوں کا تقریر کرتے وقت وزیر اعظم سے مشورہ لے۔ گورنر صوبے میں وفاقی حکومت کے نمائندہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ صدر وجہ بتائے بغیر گورنر کو اس کے عہدے سے بر طرف کر سکتا ہے۔ صوبائی اسمبلی کا منظور کیا ہوا مسودہ قانون گورنر کے دستخط کے بعد ہی قانون کی کتاب کا حصہ بنتا ہے۔ البتہ گورنر کو صوبائی اسمبلی کے منظور کرنے ہوئے کسی مسودہ قانون کو مطلاقاً مسترد کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ صدر کی طرح عبوری مدت کے لیے گورنر بھی آڑوی ننس جاری کر سکتا ہے تاہم اس کا دائرہ اختیار صوبے کی حدود تک محدود ہو گا۔ صوبائی اسمبلی آڑوی ننس کو منظور کر کے قانونی حیثیت دے سکتی یا مسترد کر سکتی ہے۔

صوبائی عدالیہ: ہائی کورٹ:-

آئین کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں ایک ایک ہائی کورٹ قائم کی گئی ہے جو پریم کورٹ کی نگرانی میں کام کرتی ہے۔ ہر ہائی کورٹ ایک چیف جسٹس اور چند ججوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہائی کورٹس کو مقدمات کی ابتدائی سماut، اپیل سننے اور توہین عدالت کے مقدمات کی سماut کے علاوہ اپنے صوبے کے گورنر اور صوبائی حکومت کو قانونی مشورہ دینے کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف پریم کورٹ میں اپیل دائر کی جاسکتی ہے۔

ڈیولوشن پروگرام کے تحت قائم شدہ مقامی حکومتیں

چیف آف آرمی اسٹاف جزل پر ویز مشرف 12 اکتوبر 1999ء کو سیاسی حکومت کو بر طرف کر کے بر اقتدار آئے اور چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے ملک کا اقتدار سنچال لیا۔ جزل پر ویز مشرف نے سن 2001ء ملک میں Devolution of Powers and Responsibility Plan کے نام سے مقامی حکومت کا ایک نیا نظام متعارف کرایا۔ اس کی بنیادی روح جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اختیارات اور ذمہ داریوں کو معاشرے کی سب سے پچھلی سطح Grass-Root Level تک پہنچانا اور عموم کو امور حکومت میں شریک کرنا ہے۔

ڈیولوشن پلان مقامی حکومت کے ایک چار درجاتی نظام پر مشتمل ہے۔ چار درجات حسب ذیل ہیں:

- | | | | |
|----|--------------|----|------------|
| 1. | یونین کو نسل | 2. | سٹی ڈسٹرکٹ |
| 3. | تحصیل کو نسل | 4. | ضلع کو نسل |

یونین کو نسل:-

یونین کو نسل کا انتخاب ایک آدمی ایک دوٹ کی بندیا پر براہ راست انتخاب کے ذریعے تین سال کی مدت کے لیے عمل میں آئے گا۔ یونین کو نسلوں کی حد بندی کرتے ہوئے کوشش کی جائے گی کہ ان کی آبادی قریب قریب برابر ہو۔ یہ یونین کو نسل 21 منتخب ارکان پر مشتمل ہوگی جن کو درج ذیل تقسیم کے مطابق منتخب کیا جائے گا۔

1	ناظم
1	نائب ناظم
8	مسلم (مرد) ارکان
4	مسلم (خواتین) ارکان
4	مزدور کسان (مرد) ارکان
2	مزدور کسان (خواتین) ارکان
1	اقلیتی رکن
21	میزان =

اگر کسی یونین کو نسل میں اقلیتوں کی تعداد 10 فیصد بڑھ جائے تو صوبائی حکومت نشتوں کی تقسیم کے فارمولے پر نظر ثانی کرے گی۔

اختیارات و وظائف:-

یونین کو نسل کے فرائض مندرجہ ذیل ہوں گے۔

- 1. مقامی سطح پر ترقیاتی کاموں کی نگرانی اور بجا آوری۔
- 2. فنڈ رکھنا کرنے کے لیے ٹیکس لگانا۔
- 3. سالانہ ترقیاتی پروگرام تیار کرنا اور ان کو اپنی قلمرو میں رو به عمل میں لانا۔
- 4. دیوانی، فوجداری اور خاندانی تنازعات کے حل کے لیے مصالحتی ادارے کی حیثیت سے کام کرنا۔

تحصیل کو نسل:-

تحصیل کو نسل میں براہ راست منتخب شدہ ناظم، ایک نائب ناظم اور تحصیل کی تمام یونینوں کے نائب ناظمین شامل ہوں گے۔

تحصیل انتظامیہ:-

تحصیل ناظم تحصیل گورنمنٹ کا سربراہ ہو گا۔ تحصیل میونسپل آفیسر (TMO) تحصیل انتظامیہ میں رابطہ کار کے فرائض انجام دے گا۔ چار تحصیل آفیسر (TMA) مالیات، بجٹ، زمین کے استعمال، کنزول اور شہری دیہی منصوبہ بندی کے مسائل TMO کو پڑ دیں گے۔ اور اس کے فرائض کی بجا اوری میں معاونت کریں گے۔

وظائف:-

- 1 تحصیل کی حدود میں میونسپل سرو سز کی فراہمی۔
- 2 صلیع حکومت کے ہمایہ اردوں کے درمیان ارتباط اور ان کے کام کی نگرانی۔
- 3 تحصیل کے تمام دیہات میں زمین کے کنزول اور ماسٹر پلانگ کے ذریعے ترقیاتی کام۔
- 4 شہری علاقوں کی توسعی اور دیہی علاقوں کے شہروں میں تبدیل ہونے عمل کروکنا۔
- 5 کسی تحصیل علاقے کے شہری علاقے میں تبدیل ہونے کی صورت میں اس کا درجہ بڑھا کر اسے سٹی ڈسٹرکٹ بنانا اور سٹی ڈسٹرکٹ کو آبادی کی بنیاد پر متعدد ناؤنیز میں تبدیل کرنا۔

صلع کو نسل (صلعی حکومت):-

صلعی حکومت میں صلع ناظم، صلع نائب ناظم اور صلع کو نسل کے ارکان شامل ہیں۔

صلع ناظم صلع کو نسل کا ممبر نہیں ہو گا، تاہم نائب ناظم صلع کو نسل کا سپیکر ہو گا۔ صلع ناظم صلعی انتظامیہ کا سربراہ ہو گا۔ پولیس اس کے سامنے جوابدہ ہو گی اور وہی اسے کنزول کرے گا۔ اس نظام کا مقصد بیورو کریکی کو عوامی نمائندوں کے تابع بنانا ہے۔

انتخابات:-

تمام یونین ناظمین صلع کو نسل میں اپنی اپنی یونین کو نسلوں کی نمائندگی کریں گے۔ وہ صلع کو نسل کے مستقل رکن ہوں گے۔ صلع کو نسل کی عام نشستیں صلع کی یونین کو نسلوں کی تعداد کے مساوی ہو گی۔ یونین کو نسل محفوظ نشتوں کے لیے ممبران کا انتخاب کریں گے۔ محفوظ نشتوں کی تقسیم کا فارمولہ حسب ذیل ہے:

خواتین	33 فیصد
مزدور کسان	5 فیصد
اقليties	5 فیصد

صلح ناظم اور نائب ناظم کا انتخاب مشترکہ امیدواروں کے طور پر عمل میں آئے گا۔ ان کو ضلع کے یونین کو نسل منتخب کریں گے۔ امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ کم از کم میٹر ک پاس ہو۔

صلح ناظم:

ڈیولوشن پلان کے تحت ضلع ناظم کا عہدہ ایک بہت ہی با اختیار اور با وقار سیاسی اور انتظامی عہدہ ہے کہ سامنے آیا ہے۔ صوبے کی ثقافتی اور اقتصادی سرگرمیوں کے محور اور مرکزی حیثیت سے اسے ضلعی انتظامیہ کو کمزور کرنے کے مکمل اختیارات حاصل ہیں۔ ضلع کا سالانہ بجٹ اس کی رہنمائی میں تیار ہوتا ہے۔

صلح میں تمام ترقیاتی پروگراموں کی تیاری اور ان پر عمل درآمد کی نگرانی وہی کرتا ہے تاہم ضلع ناظم ضلع کو نسل کا ممبر نہیں ہوتا۔

صلح نائب ناظم:-

صلح نائب ناظم ضلع کو نسل کا پیکر ہوتا ہے اور ضلع کو نسل اور ضلع ناظم کے درمیان رابطہ کار کے فرائض انجام دیتا ہے۔ ضلع ناظم کی غیر موجودگی میں نائب ناظم اس کے قائم مقام کی ذمہ دار یاں نہ جاتا ہے۔

صلح کو نسل اور ضلع ناظم کے وظائف

متعلقہ قانون سازی:-

ٹیکس کے نظام کو چلانا اور اس میں روبدل کرنا، نئے ٹیکس عائد کرنا۔

مقامی حکومت کے ماتحت اداروں کے لیے قوانین و ضوابط وضع کرنا۔ (صوبائی اسمبلی ضلع کو نسل کے بناء ہوئے کسی ضابطے یا قانون کو منسوخ کرنے کا اختیار حاصل ہے، وہ اس کے کسی بھی حکم کو کا عدم کر سکتی ہے)۔

اوقطامیہ:-

- ❖ ضلع ناظم ضلعی پولیس اور ضلعی انتظامیہ کا انتظامی سربراہ ہوگا۔ اور یہ ادارے اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے کے پابند ہو گے۔
- ❖ ضلع کو نسل ضلعی انتظامیہ کی کارگزاری کا جائزہ لینے کے لیے متعدد کمیٹیاں قائم کرے گی۔
- ❖ تمام ڈویژن توڑدیئے گئے ہیں اور ضلع کو ہی اصل انتظامی اکائی قرار دیا گیا۔

سٹی ڈسٹرکٹ:-

اگر ایک تحصیل کا حلقہ آبادی میں اضافے کے باعث دیکی علاقے سے شہری علاقے میں بدل جائے اور اس وجہ سے اس کے لیے اپنے فرائض کی انجام دہی ممکن نہ رہے تو اس کا درجہ بڑھا کر اسے سٹی ڈسٹرکٹ بنادیا جائے گا۔ سٹی ڈسٹرکٹ کو متعدد نوازوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ یہ تقسیم آبادی کی بنیاد پر ہو گی۔

صلعی پولیس:-

ڈیویشن یعنی اختیارات کی خلی سطح تک منتقلی کے تصور کے تحت امن عامہ صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ صوبائی حکومت ضلع میں امن و امان کے قیام کے لیے پولیس فورس مہیا کرے گی۔ لیکن یہ پولیس فورس ضلعی حکومت کی گمراہی میں کام کرے گی۔ پولیس افسران کے تقرر اور بر طرفی کے سلسلے میں ضلعی انتظامیہ کو وسیع اختیارات تفویض کئے گئے ہیں۔ پولیس کی گمراہی کے لیے فعال اور با اختیار شہری کمیٹیاں تشکیل دینے کی کنجائش رکھی گئی ہے۔

صلعی عدالتی نظام:-

ڈیویشن پلان 2001 میں عدل کے مندرجہ ذیل نئے تصورات و اهداف کی نشاندہی کی گئی ہے:

- ❖ فوری انصاف۔
- ❖ گھر کے دروازے پر انصاف
- ❖ مقدمہ بازی شروع ہونے سے پہلے اس کے اساب کا خاتمه
- ❖ عدالیہ کی مرکزیت کا خاتمه
- ❖ تحصیل کی سطح پر معمولی معاملات نمائانے والی عدالتوں کا قیام اور عدالتی نظام کا عمودی کی بجائے افتی پھیلاو۔
- ❖ عورتوں کے لیے خصوصی عدالتوں کا قیام

سٹیزن کیوٹی بورڈ:-

انہائی خلی سطح پر عوام کی امور حکومت میں شمولیت کو ممکن بنانے کے لیے سٹیزن کیوٹی بورڈ کا تصور دیا گیا ہے۔ یہ بورڈز گورنمنٹ کے ہسپتاں، بنیادی مرکز صحت نیز تعلیمی اور دیگر عوامی فلاح کے اداروں کے معاملات کو چلانیں گے۔

خواندگی اور انفارماشنس ٹینکنالوجی:-

ڈیویشن پلان 2001ء میں کمپیوٹر کی تعلیم کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ ضلعی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خواندگی اور انفارماشنس ٹینکنالوجی کے فروغ کے لیے کام کرے۔

پبلک سروسز کی تنظیم نو:-

ڈویٹیل کمشنز (جسے پہلے کمشنز کہا جاتا تھا) کا عہدہ اب ختم کر دیا گیا ہے۔

❖ ڈپٹی کمشنر کے عہدے کی جگہ ڈی سی او (ڈسٹرکٹ کو آرڈی نیشن آفیسر) کا عہدہ تخلیق کیا گیا ہے۔ ضلعی حکومت کے ہر محکمے کا سربراہ ایک ایگزیکٹو آفیسر ہو گا۔ ان محکموں کی تعداد 12 سے نہیں بڑھنی چاہیے۔

- ❖ مال اور مجسٹریٹ کے مکملے ایک دوسرے سے الگ کر دیئے گئے ہیں ان کے سربراہ دوالگ الگ ایگر کیٹھ آفیسر ہوں گے (برطانوی نظام میں جواب تک پاکستان میں رائج تھا ہبھی کمشنر بیک وقت ڈی ایم یعنی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور روینو ٹلکٹر ہوتا تھا)۔
- ❖ صوبائی حکومت افسران کا ایک پینل ضلع ناظم کے سامنے پیش کرے گی اور وہ اس پینل میں سے ڈی سی او، ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر اور دیگر ایگزیکٹو افسران کا انتخاب کرے گا۔

صلحی مختسب:-

صلحی سطح پر مختسب کا مکملہ تخلیق گیا گیا ہے۔ مختسب کا فرض ہو گا کہ وہ عوامی شکایات کا ازالہ کرے۔

اچھی حکمرانی کا اسلامی تصور

ایک اسلامی ریاست میں شہری اور ریاست کے درمیان تعلقات کو اس نجی پر استوار کیا جاتا ہے کہ نہ توفیر کی شخصیت دباؤ کا شکار ہو کر مسخر ہو جائے اور نہ حکومت اتنی بے لگام ہو جائے کہ وہ آمربیت کی راہ پر چل پڑے۔ اسلام ایک ایسا سیاسی کلچر پیدا کرنا چاہتا ہے جس میں ریاست کے مقاصد اور افراد کی تمباوں کے درمیان مکمل توازن قائم ہو۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اسلامی حکمرانی کے درج ذیل اصول بیان کرتا ہے:

سربراہ ریاست کا انتخاب لوگوں کی رائے سے عمل میں آنا چاہیے اور اسے اپنے تقویٰ اور علم کی معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے ممتاز ہونا چاہیے۔ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

”الله کی نظر میں سب سے زیادہ قابل احترام وہ ہیں جو تقویٰ میں سب سے بڑھے ہوں۔“ (49:13)

- ❖ ریاست کے تمام اداروں کو قانون کی سختی سے پابندی کرنی چاہیے اور قانون کی نظر میں تمام شہریوں کو برابر ہونا چاہیے۔
- ❖ شہریوں کے مابین رنگ، نسل، زبان، مقام سکونت، عقیدہ اور مردوں کی تخصیص کی بناء پر کوئی امتیاز روانہ نہیں رکھا جانا چاہیے۔
- ❖ تمام شہریوں کے نیادی معاشرتی، سیاسی اور مذہبی حقوق محفوظ ہونے چاہئیں۔ تمام شہریوں کو بلا امتیاز آزادی کی نعمتوں سے بہرمند ہونے کا موقع ملتا چاہیے۔
- ❖ سود پر پابندی ہونی چاہیے۔ دولت کی ذخیرہ اندوزی کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔
- ❖ حکومت کو چاہیے کہ وہ زکوٰۃ، عشر، خمس اور صدقات وغیرہ جمع کرے اور مسکین اور اہل ضرورت تک پہنچائے۔
- ❖ ریاست کی یہ ذمہ داری ہونی چاہیے کہ وہ تمام شہریوں کو ضروریات زندگی کی فراہمی یقینی بنائے۔ نیادی ضروریات زندگی میں خوراک، لباس، رہائش، صحت نیز بڑھاپے وغیرہ کے تحفظات شامل ہیں۔

❖ ایک اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ سب کے ساتھ بلا امتیاز انصاف کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر حالت میں عدل سے کام لیں۔ قرآن حکیم میں اللہ کا ارشاد ہے:

”کسی قوم کی نفرت تمہیں اس بات پر مجبور نہ کر دے کہ تم انصاف سے باز رہو۔ انصاف سے کام لو کہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔“ (5:8)

❖ ایک اسلامی حکومت کو تمام برائیوں کی حوصلہ ٹکنی کرنی چاہیے۔ مثلاً جھوٹ، عہد ٹکنی، غیبت، منافقت بہتان، اسراف اور بخل، حرص، رشوت، غصب، چوری، ڈاکہ، ناپ تول میں کمی یا بیشی، شراب نوشی، جواہ، گھمنڈ، غرور اور منافقت، ریا وغیرہ

❖ ریاست کو خیر کے فروع کے لیے ترغیب، تعلیم اور تبلیغ کے ذرائع استعمال کرنے چاہئیں۔ تبییوں، بیواؤں اور محتاجوں کی دیکھ بھال بیت المال سے کی جانی چاہیے۔ عصمت و عفت، عزت نفس، رحم اور انسانی ہمدردی، عفو و درگزر، حسن معاملہ، تواضع، حسن کلام، نرمی، انخوت، اعتدال اور ہمدردی کی صفات شہریوں میں پیدا کرنا ایک اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل ہیں۔

❖ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ تمام شہریوں کو لازمی اور مفت تعلیم کا دائرہ بنیادی خواندگی سے لے کر علوم اسلامیہ، لسانیات اور سائنسی اور عمرانی علوم کی اعلیٰ ترین سطح کی تعلیم تک وسیع ہو۔

❖ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ امن و امان کا ایک نہایت اعلیٰ معیار قائم کرے۔ مجرموں کو سخت ترین سزاں دے۔ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق مسلمان شہریوں کے برابر اور بعض معاملات میں ان سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ (مثلاً وہ لازمی فوجی خدمت سے مسٹنٹنی ہوتے ہیں)۔ غیر مسلموں کو اپنے کلچر، زبان، شخصی قانون، عبادت گاہوں اور مذہبی اداروں کے تحفظ کا حق ملنا چاہیے۔ کسی شخص کو کوئی ایسا لیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جانا چاہیے جو کسی ایسے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لیے خرچ ہونے والا ہو جس پر وہ خود عمل نہیں کرتا۔

❖ ایک اسلامی ریاست محض امن و امان قائم رکھنے کے لیے وجود میں نہیں آتی۔ اس کا مقصد اس سے بلند تر ہے اور وہ مقصد اپنے شہریوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے لیے کام کرنا ہے۔ ایک اسلامی حکومت اپنے شہریوں کو ایسی زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھاتی ہے جس کا نجام آخرت کی نجات ہو۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وہ لوگ (مسلمان) ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں غلبہ اور حکومت عطا کریں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، یہی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں۔ بیشک تمام چیزوں کا انجام اور آخری فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔“ (2:2:4)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتظام حکومت

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اگست 634ء میں منصب خلافت پر فائز ہوئے اور دس سال حکومت کرنے کے بعد 644ء میں شہادت سے سر فراز ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار تاریخ انسانی کے عظیم ترین فاتحین اور حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ ان کی سلطنت کا رقبہ 58 لاکھ مربع کلومیٹر تک تھا۔ (موجودہ پاکستان سے سات گناہ بھی زیادہ) تاہم دنیا کے حکمرانوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا امتیاز ان کی سلطنت کی وسعت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس بے مثل نظم حکومت کی وجہ سے ہے جو انہوں نے اپنی مملکت میں قائم کیا اور پھر پوری دنیا میں اس کی پیروی کی گئی۔

رہنمایاصول

1۔ احساس ذمہ داری:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ منصب حکومت مفادات کے حصول کا ذریعہ نہیں بلکہ ذمہ داری اور خدمت کا مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نام اپنے جانشین کے طور پر تجویز کیا اور لوگوں نے اس کی توثیق کر دی تو حضرت عمرؓ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”لے لوگوا گر مجھے حضرت ابو بکرؓ کی نافرمانی کا خوف نہ ہو تا تو میں کبھی تمہارا امیر اور حاکم ہننا پسند نہ کرتا۔“

2۔ جذبہ خدمت:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکمرانی کے وہ اصول قائم کئے جن کے تحت حکمرانی کا منصب مملکت کے سب سے زیادہ خدمت گزار شخص کا منصب بن جاتا ہے۔ ایک مرتبہ جب سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال کے بھاگے ہوئے اونٹ صحراسے پکڑ کر لائے اور گرمی سے بے حال ہو گئے تو ایک صحابیؓ نے کہا کہ امیر المؤمنین یہ کام تو غلام بھی کر سکتا تھا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”مجھ سے بڑا غلام کون ہے؟“

3۔ کفالت:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قائم کی ہوئی حکومت میں انسانی فلاح کا تصور اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ ان کا یہ قول آج بھی زبانِ زدِ عام ہے کہ ”اگر دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مر گیا تو اس کا حساب بھی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا جائے گا۔ انہوں نے بیت المال سے شہریوں، بیوائوں اور محتجوں کے وظائف مقرر کیے۔ بچ کے پیدا ہوتے ہی اس کے لیے دودھ کا وظیفہ بیت المال سے مقرر ہو جاتا تھا۔

4۔ مساوات:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظم حکومت کی سب سے نمایاں خصوصیت مساوات کا وہ اعلیٰ ترین خوردونوش معیار تھا جو انہوں نے اسلامی ریاست کے شہریوں کے درمیان قائم کیا۔ مدینہ میں قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے جس کے پاس جو سماں خوردونوش تھا اس کو بیت المال میں جمع کر لیا گیا۔ تمام لوگوں کا کھانا ایک جگہ پکتا اور اجتماعی دستر خوان پر کھایا جاتا۔ معذوروں اور خواتین کا کھانا ان کے گھروں میں بھیجا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

خود رونگوں اور گھنی کے استعمال سے مکمل پرہیز کا فیصلہ کیا وہ سوکھ کر کاٹا ہو گئے اور ان کی جلد سیاہ پٹ گئی۔ خلیفہ اور ان کے گھروالوں کا حصہ اجتماعی کھانے میں سب کے بعد اور سب سے کم تھا۔ جب ان سے کہا گیا کہ وہ شہری پکوں کا روزینہ دیہاتی پکوں سے زیادہ کر دیں کیونکہ دیہاتی پچھے سخت جان اور بھوک پیاس کے عادی ہوتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ”یہ بلا آسمان سے سب پر برابری اتری ہے اور سب کو مل کر اس کا بوجھ برابر باٹھا ہے۔“

آذربائیجان کے گورنر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمدہ حلوے کا ایک مرتبان بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو چکھا، پسند کیا اور پوچھا کیا وہاں سب لوگ یہی حلوہ کھاتے ہیں، جواب ملا کہ نہیں یہ تو امراء کی خوراک ہے۔ حضرت عمرؓ نے مرتبان وہیں بند کر کے واپس کر دیا اور فرمایا کہ جو چیز عام آدمی کی رسائی سے باہر ہو مسلمانوں کے امیر کا بھی اس پر کوئی حق نہیں۔

جب حضرت عمر وہیں العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فسطاط کے نام سے ایک نئی فوجی چھاؤنی قائم کی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں نے ایک گھر امیر المومنین کے لیے بھی بنوایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانت کر لکھا کہ جزا میں رہنے والے ایک شخص کا مصیر میں گھر کیا معنی؟ اس گھر کو کسی فلاجی خدمت کے لیے وقف کر دو۔

5۔ احتساب:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر لمحہ اس بات کے لیے تیار رہتے کہ عام لوگ ان کا محاسبہ کر سکیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے یہ اصول اخذ کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کا امیر یا اس کے اہل خانہ کسی جرم کا ارتکاب کریں تو ان کو اس کی دہری سزا دی جائے۔

انہوں نے اپنے بیٹے پر شراب نوشی کی دوہری حد نافذ کی۔ وہ اپنے گورنزوں کا بھی ختنی سے محاسبہ فرماتے تھے۔ ہر عہدے دار کو مقرر کرتے وقت اس کی جائیداد کی فہرست لے کر اس پر چار گواہوں سے دستخط ثبت کراتے۔ گورنر کا تقریر چار شرائط کے تحت عمل میں آتا تھا۔

1۔ ترکی گھوڑے پر (جو شان و شوکت کی علامت تھا) نہ بیٹھے گا۔

2۔ باریک (یعنی قیمتی) کپڑا نہ پہنے گا۔

3۔ چھنا ہوا آٹانہ کھائے گا۔

4۔ دروازے پر دربان مقرر نہیں کرے گا۔

عام آدمی کسی بڑے عہدے دار کے خلاف شکایت کر سکتا تھا، جرم ثابت ہونے پر اسے سخت سزا دی جاتی اور اکثر معزول بھی کر دیا جاتا۔

6۔ عدل اور قانون کی بالادستی:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسا نظام عدل قائم کیا جو قانون کی بالادستی کے تمام تقاضوں کو بطریق احسن پورا کرتا تھا۔ قاضی کے منصب پر نہایت دیانت دار اور متفق لوگوں کو مقرر کیا جاتا تھا۔ ان کو بھاری تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ قانون کی نظر میں سربراہ مملکت سے لے کر ادنیٰ شہری تک ہر ایک کو مساوی درجہ حاصل تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو خود مدعا بن کر عدالت میں پیش ہونا پڑا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے جو قاضی تھے خلیفہ ہونے کی وجہ سے آپ کی تغییم

کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”یہ تمہارا پہلا ظلم ہے“ اور جا کر خود مدعا علیہ کے پاس بیٹھ گئے۔ جب قاضی نے حضرت عمرؓ کے مرتبے کا احساس کرتے ہوئے ان سے قسم لینے میں تامل کیا تو اس تو حضرت عمرؓ نے فرمایا! جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برادر نہ ہوں تو تم نجح کے منصب کے اہل نہیں ہو سکتے۔“

7۔ آزادی اظہار:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ تاثر عام ہے کہ وہ بہت سخت گیر انسان تھے۔ بلاشبہ وہ قانون کے نفاذ اور بیت المال کی حفاظت کے بارے میں بہت سخت گیر تھے۔ لیکن جیسا تک آزادی اظہار اور مشاورت کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی انسان ان سے زیادہ مشورہ کرنے والا نہیں تھا۔ جب مجمع عام میں ایک شخص نے ان کے کرتے کی لمبائی کے بارے میں یہ سوال اٹھایا تو ایک اور شخص نے اعتراض کرنے والے کو ٹوکنا چاہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں تو اس کو کہنے دو۔ ”اگر لوگ ہم پر تنقید نہ کریں تو وہ کسی کام کے نہیں اور اگر ہم ان کی بات نہ سنیں تو ہم کسی کے کام کے نہیں“۔

8۔ جمہوریت:-

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ایک جمہوری ریاست کے بنیادی اصول قائم کر دیے۔ انہی اصولوں کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں ایک عالمگیر جمہوری ریاست کی عظیم الشان نمادت تعمیر ہوئی۔ یہ وہ ریاست تھی جس سے پوری دنیا نے جمہوریت کا سبق سیکھا۔ فرانسیسی فلسفی رو سو (Rousseaus) کی کتاب ”معاہدہ عمرانی“، مغربی دنیا میں جمہوریت کا نقش اول سمجھی جاتی ہے۔ رو سونے اپنی اس کتاب کا آغاز جس فقرے سے کیا اس میں واضح طور پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی بازگشت سنائی دیتی ہے جو انہوں نے ایک گورنر کو تنبہ کے طور پر لکھا تھا انہوں کو ان کی ماوں نے آزاد جانا تھا تم نے انھیں غلام کیسے بنالیا۔ رو سونے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ اور آنحضرت کے خلافاء کو جمہوریت کا نقیب مانتا ہے۔ ہندوستان کے عظیم رہنماء تماگاندھی ہمیشہ رام راجیہ (الی حکومت) کی بات کرتے تھے جب ان سے کسی نے پوچھا کہ رام جیہ کیسی حکومت ہو گی تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کو دیکھ لورام جیہ کا نقشہ تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔

9۔ اقلیتوں کے حقوق:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک ایک ایسا موضوع ہے جس پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ شام میں مسلمان ایک مسجد تعمیر کرنا چاہتے تھے ایک عیسائی کامکان اس تعمیر میں حائل تھا۔ مسلمانوں نے اس سے کہا کہ وہا سے فروخت کر دے اس نے انکار کر دیا مسلمانوں نے اسے زبردستی ڈھاندیا اور مسجد میں شامل کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے حکم دیا کہ مسجد کے اس حصے کو جس میں اس عیسائی کامکان شامل کیا گیا ہے مسماں کیا جائے اس پر مکان تعمیر کر کے مالک کو دیا جائے۔ کہتے ہیں یہ مکان اب بھی عمرؓ کے عدل اور رواداری کی زندہ شہادت کے طور پر موجود ہے۔

نظم و نسق:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی بار ایسا نظام مملکت قائم کیا جو ایک ماؤں کی حیثیت رکھتا ہے اور آج بھی دنیا کی مہذب اور ترقی یافتہ ریاستوں میں جو کامیاب حکومتی ماؤں کام کر رہے ہیں ان کی بہت سی باتیں حضرت عمرؓ کے حکومتی ماؤں سے مستعاری گئی ہیں۔

مردم شماری:-

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردم شماری کرانے والے پہلے حکمران تھے۔

مکلی تقسیم:-

خلافتِ فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اسلامی مملکت کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کیا۔

عمال یا گورنزوں کا تقرر:-

ہر صوبے میں ایک عامل مقرر کیا گیا، جو تمام لوگوں اور امیر المومنین کے سامنے جوابدہ ہوتا تھا۔

صاحب الخراج کا تقرر:-

ہر صوبے میں مالگزاری اور حسابات کاریکار ڈرکھنے کے لیے صاحب الخراج یعنی ٹیکس ٹکلٹر مقرر کئے گئے۔

صاحب الاعداد:-

پولیس کا باقاعدہ مکملہ قائم کیا گیا پولیس کے اعلیٰ افسروں کو صاحب الاعداد کا نام دیا گیا۔

کاتب:-

ہر صوبے میں حکومتی امور کا رکھنے کے لیے ایک کاتب مقرر کیا جاتا تھا جس کا مرتبہ موجودہ دور کے سیکرٹری کے برابر تھا۔

صاحب بیت المال:-

بیت المال کا حساب کتاب رکھنے والا افسر یا وزیر خزانہ صاحب بیت المال کہلاتا تھا۔

قاضی:-

ہر صوبے میں ایک چیف جسٹس مقرر کیا جاتا تھا جسے قاضی کہا جاتا تھا۔

دیوان (سیکرٹریٹ) :-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کی تجنیب ہوں اور شہر یوں نیز مجاہدین کے وظائف کا حساب رکھنے کے لیے ایک سیکرٹریٹ مقرر کیا جسے دیوان کا نام دیا گیا۔

فوج:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک باضابطہ فوج (Standig Army) قائم کی اور اس میں مختلف عہدے قائم کیے۔

فوجی چھاؤنیاں:-

حضرت عمرؓ کے دور میں پہلی مرتبہ مستقل فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں جن کو ”جنڈ“ کہا جاتا تھا۔ ان میں یہ قابل ذکر ہیں، فسطاط، بصرہ، کوفہ، دمشق، موصل، حمص، اردن، فلسطین اور مدینہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں افتاء حدود و تعزیرات کے مکملہ قائم کئے گئے تھے، مکملہ ڈاک اور ٹیکس قائم کئے گئے۔ اہم مقامات پر مساجد اور مدارس کی تعمیر کی گئی۔ نئی سڑکی بنائی گئیں۔

ڈیولوشن پلان اور اچھی حکمرانی

توقعات اور اهداف:-

جیسا کہ ہم پہلے مطالعہ کرچکے ہیں جرzel پرویز مشرف نے سن 2001ء میں Devolution of Power and Responsibility Plan نام سے مقامی حکومت کا ایک منصوبہ پیش کیا جس کی کامیابی کی صورت میں معاشرے میں انقلابی تبدیلوں کی توقع کی جاتی ہے۔ اس منصوبے کے درج ذیل اهداف بیان کئے گئے ہیں:

- 1. قوم کے اعتماد کو بحال کرنا اور قوم میں حوصلہ مندی پیدا کرنا۔
- 2. وفاق کو مضبوط بنانا، صوبوں کے درمیان عدم توازن کو دور کرنا۔
- 3. سرمایہ کاروں کے اعتماد کو بحال کرنا۔
- 4. قانون کی عملداری بحال کر کے امن و امان قائم کرنا اور فوری انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانا۔
- 5. ریاست کے اداروں سے سیاست کا خاتمہ کرنا۔
- 6. حکومتی اختیار کو سب سے نچلی سطح Grass Root Level تک پہنچانا۔
- 7. تیز رفتار احتساب کو یقینی بنانا ایسا احتساب جو دیکھا اور محسوس کیا جاسکے۔

اچھی حکمرانی کے راستے میں حائل رکاوٹیں

اچھی حکمرانی کا براہ راست تعلق اچھی شہرت سے ہے۔ اچھی حکمرانی ایک مضبوط اور مستحکم سیاسی ٹکڑے میں ہی جنم لیتی ہے۔ اچھی حکمرانی کی راہ میں حائل بڑی رکاوٹیں درج ذیل ہیں:

-1	بری شہریت (Bad Citizenship)	-2	جهالت اور علم سے محروم
-3	غربت	4	جنگ اور تشدد کا کلپنر
-5	جر پر مبنی سیاسی نظام	-6	کرپشن اور بد دیانتی پر مبنی معاشرتی نظام
-7	احتساب کانہ ہونا		

کسی سیاسی کلپنر کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے کوئی کرشمند طریقہ موجود نہیں۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ کسی بڑے ہوئے سیاسی نظام کی اصلاح پک جھکنے میں ہو جائے۔ اچھی حکمرانی کا مسئلہ سادہ اور آسان نہیں بلکہ بگنجان اور پیچیدہ ہے، یہ بہت سے چھوٹے چھوٹے مسائل کا مجموعہ ہے۔ جہالت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ جہالت کا خاتمه اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تعلیم عام نہ ہو۔ لیکن ایک غریب معاشرہ اپنے شہریوں کو تعلیم کہاں سے دے گا، خود غربت ایک اتنا بڑا شر ہے جس کی کوکھ سے بے شمار شر جنم لیتے ہیں، اسی سے تشدد پیدا ہوتا ہے، اسی بیج سے کرپشن اور معاشرتی انتہا۔ اسی فصل اگتی ہے۔ غریب لوگ اپنے معمولی اور چھوٹے چھوٹے مفادات کے لیے خود غرض سیاستدانوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن جاتے ہیں۔

ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجے میں جنگ ایک بہت مہنگا سودا بن گئی ہے۔ دنیا کی امیر ترین قومیں بھی جدید جنگ کی قیمت ادا نہیں کر سکتیں۔ پاکستان اور بھارت جیسے غریب ملک تو کس شہار میں ہیں۔ جرمنی کا لیڈر اڈولف ہٹلر جسے دنیا کے بے رحم جنگجوؤں کی نہروں میں نمایاں ترین مقام حاصل ہے اور جو گذشتہ صدی میں دنیا کو ایک عالمگیر جنگ میں جھوکنے کا مجرم بھی بنانے کا شرف کی علامت سمجھتا تھا وہ کہتا تھا۔ ”جسے زندہ رہنا ہے اسے لڑنا نہیں چاہتا اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔“ لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد وہ بھی اس نتیجے پر پہنچا کہ:

”موجودہ دور کی جنگ میں فاتح کوئی نہیں ہوتا، کچھ لوگ فنا ہو جاتے ہیں اور کچھ باقی نکھ جاتے ہیں۔“

جو قومیں اچھی حکمرانی کا خواب دیکھتی ہوں ان کی پہلی ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ وہ جنگ کو خیر باد کہہ دیں۔ چاہے ایسا کرنے کے لیے انہیں اپنے بعض جائز حقوق سے دستبرار ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ میں یہی کیا تھا۔ چین اور جاپان نے اسی اصول کو اپنا کردار جدید میں اچھی حکمرانی قائم کی ہے اور اقتصادی ترقی کے شاندار کارنامے انجام دیتے ہیں۔



- 1 خالی جگہ ایسے الفاظ سے پُر کیجیے کہ بیان با معنی ہو جائے۔
- 1 پاکستان میں کام کرتبی ہیں۔ حکومتیں کام کرتی ہیں۔
- 2 _____ نے کہا کہ رام راجیہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکومت جیسی ہو گی۔

3. فرانسیسی لفظی رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلافاء کے نظام حکومت سے بہت متاثر تھا۔
4. صلیعی حکومت کا نیا نظام درجات پر مشتمل ہے۔
5. حضرت عمر رضی اللہ عنہ 634ء سے تک بر سر اقتدار رہے۔
2. ہر سوال کے آگے تو سین میں دیئے گئے تین جوابات میں سے مناسب ترین جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پر کیجیے۔
1. تو می اسیبلی کا انتخاب سال کے لیے عمل میں آتا ہے۔ (6,5,4)
2. سینیٹ کے امیدوار کے لیے عمر کی کم از کم حد سال ہے۔ (35,30,25)
3. سینیٹ اور تو می اسیبلی کو مجموعی طور پر کہا جاتا ہے۔ (پارلیمنٹ، سپریم کورٹ، انتظامیہ)
4. وزیر اعظم اپنی کابینہ کے کم از کم یونین کو نسل کے ارکان کی کل تعداد (25,15,21) مقرر کی گئی ہے۔
5. ص (صحیح) یا غ (غلط) کے اوپر دائرہ لگا کر درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔
1. پاکستان کی موجودہ انتظامی ڈھانچے کی بنیاد 1973ء کے آئین پر رکھی گئی ہے۔
2. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس سال حکومت کی۔
3. حضرت عمر نے غیر مسلموں کو اپنی مملکت سے باہر نکال دیا۔
4. قانون کے ڈرافٹ کو مسودہ قانون یا بل کہا جاتا ہے۔
5. سینیٹ کے اجلاس کی صدارت کرنے والے عہدے دار کو سپیکر کہا جاتا ہے۔
4. کالم الاف کے اندر اجات کو کالم ب سے لائن کے ذریعے اس طرح ملائیے کہ دونوں کا تعلق واضح ہو جائے۔
- | کالم ب | کالم الاف |
|--------------------|----------------|
| 12 اکتوبر 2001ء | پارلیمنٹ |
| 45 سال | تحصیل انتظامیہ |
| دواں | صدر |
| 5 فیصد اقیتی ارکان | ڈیوولیشن پلان |
| TMO | صلح کو نسل |

5۔ ہر سوال کا جواب دو سے پانچ سطور میں لکھیے۔

- 1 اسلامی جمہوریہ پاکستان کن علاقوں پر مشتمل ہے؟
- 2 وفاقی قانون سازی کی فہرست میں کونسے معاملات شامل ہیں؟
- 3 امور متعلقہ کی فہرست میں کونسے اہم معاملات شامل ہیں؟
- 4 وفاقی عدالیہ (سپریم کورٹ) پر محضر نوٹ لکھیے۔
- 5 ڈیوولوشن پرو گرام کب اور کیوں متعارف کرایا گیا۔
- 6 اچھی حکمرانی کی راہ میں حائل پانچ اہم رکاوٹوں کی فہرست بنائیے۔
- 7 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظام حکومت میں احتساب کی کیا کیفیت تھی؟
- 8 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں کفالت کا کیا معیار تھا؟
- 9 ضلعی حکومت کے نظام کے چار درجات بیان کیجیے۔
- 10 سیٹیزن کمیونٹی بورڈ سے کیا مراد ہے؟

6۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

- 1 پاکستان کی وفاقی مخفنہ کی ساخت اور اس کے وظائف بیان کیجیے۔ (قوی اسٹبل اور سینیٹ کے ساخت الگ بیان کرنے کی ضرورت نہیں)
- 2 پاکستان کی قوی اسٹبل اور سینیٹ پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔
- 3 1973ء کے آئین کے تحت پاکستان کی وفاقی انتظامیہ کی ساخت اور وظائف بیان کیجیے۔
- 4 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظام حکومت پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔
- 5 اچھی حکمرانی کے راستے میں کون سی رکاوٹیں حائل ہیں اور انھیں کیسے دور کیا جاسکتا ہے۔
- 6 نئے ضلعی نظام کے تحت یونین کو نسل کی ساخت اور اختیارات و وظائف پر روشنی ڈالیے۔
- 7 سٹی ڈسٹرکٹ، ضلعی پولیس اور ضلعی عدالتی نظام کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
- 8 اچھی حکمرانی کے اسلامی تصور پر مضمون لکھیے۔

National Book Foundation

وفاقی وزارتِ تعلیم (شعبہ نصاب) حکومت پاکستان اسلام آباد سے منظور شدہ
بحوالہ لیٹر نمبر: 1-SS-11-9/F. مورخہ 8 جون 2004ء

قومی ترانہ

پاک سر زمین شاد باد! کشور جیں شاد باد!
تو نشان عزیزم عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد!

پاک سر زمین کا نظامِ قوتِ اخوتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت پاسنده تابنده باد!
شاد باد منزلِ مراد!

پرچم ستارہ و بلال رہبر ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ انتقال
سایہِ خدا سے ذوالجلال!

میشنل بک فاؤنڈیشن
بطور
وفاقی ملکیست بک بورڈ، اسلام آباد

